ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

08

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

29رجب تا6شعبان 1444ھ/21 تا27فروری 2023ء

اہل پاکستان کی انتہائی اہم اخلاقی ذمہ داری:
پروفیسر اسمتھ کی نگاہ میں

پاکستان کا اپنے بنیادی مقاصد سے انحراف اور عصر حاضر کی دوسری نامذہبی (Secular) اور تجدد پسند (Modernist) حکومتوں کی تقلید تاریخ جدید کا ایک عظیم سانحہ ہوگا اور ان کروڑوں افراد کے ساتھ بے وفائی جنہوں نے اس اسلامی معمل اور تجربہ گاہ کے قیام کے لیے شدید ترین تکالیف برداشت کیں اور عظیم قربانیاں پیش کیں۔ اس سے بڑھ کر اس کا نقصان یہ ہوگا کہ یہ طرزِ عمل ہمیشہ کے لیے اس امنگ اور آرزو کو سرد کر دے گا اور اس تجربہ کی کامیابی کے امکان کو اگر ختم نہیں تو نہایت بعید بنا دے گا اور بے لاگ تاریخ اور انسانی تجربہ اس کی اجازت بھی نہیں دے گا کہ پھر اس کا نام لیا جائے۔ پاکستان کی اس نازک اخلاقی ذمہ داری کو پروفیسر اسمتھ نے بڑے اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "Islam in Modern History" میں لکھتے ہیں:

’’شاید پاکستانی کسی وقت یہ خیال کریں کہ اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا کام ان کے ابتدائی اندازہ سے کہیں زیادہ دشوار طلب ہے لیکن سوچا جائے تو اب ان کے لیے کوئی راہِ مفر باقی نہیں۔ ان کے وعدے اور دعوے اتنے بلند بانگ اور واضح تھے کہ ان کی تکمیل سے گریز ناممکن ہو گیا ہے۔ ان کی تاریخ اب ’’تاریخِ اسلام‘‘ ہوگی۔ ان کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی ہے۔ اب خواہ وہ اسے پسند کریں یا اس پر نادم ہوں‘ بہرحال وہ ’’اسلامی ریاست‘‘ کے تصور کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نہ اسے زیادہ دیر سرد خانہ ہی کی نذر کر سکتے ہیں‘ کیونکہ اس وقت اسلامی ریاست کے نظریہ کو ختم کرنے کا فیصلہ محض طریق کار کی تبدیلی کا فیصلہ ہی نہیں ہوگا یہ تو گویا اپنے دین اور وطن کی اساس پر کلہاڑا چلانے کے مترادف ہوگا اور تمام دنیا اس گریز سے یہی مطلب اخذ کرے گی کہ اسلامی ریاست کا نظریہ لایعنی اور اس کا نعرہ محض فریبِ نظر تھا جو حیاتِ جدید کے تقاضوں سے نپٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یا یہ کہ پاکستانی بحیثیت ایک قوم کے اسے اپنی قومی زندگی پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس صورت میں دنیا کے نزدیک خود مسلمانوں کے معتقداتِ ایمانی ہی مشکوک اور قابل تنقید ٹھہریں گے۔‘‘

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ

اس شمارے میں

آئین پاکستان کی چیر پھاڑ

زلزلے: وجوہات اور کرنے کے کام

پاکستان کا مستقبل(2)

امیر سے ملاقات(12)

کرپشن: پاکستان کی معاشی زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ

بتان وہم وگماں... لا إلٰہ الا اللہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مکالمہ

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 186 تا 191

وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَ اِنۡ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۱۸۶﴾ۚ فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ
السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۷﴾ؕ قَالَ رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَہُمۡ
عَذَابُ یَوۡمِ الظُّلَّۃِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ
اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۹۱﴾

آیت: ۱۸۶ ﴿وَمَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَاِنۡ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۱۸۶﴾﴾ ’’اور تم نہیں ہو مگر ہمارے ہی جیسے ایک انسان‘ اور تمہارے بارے میں ہمارا گمانِ غالب ہے کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔‘‘

آیت: ۱۸۷ ﴿فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۷﴾﴾ ’’تو گرا دو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر تم سچے ہو۔‘‘

آیت: ۱۸۸ ﴿قَالَ رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾﴾ ’’اُس نے جواب دیا کہ میرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔‘‘

میری دعوت پر تمہارے ایک ایک ردِّعمل سمیت تمہارے طرزِ عمل اور تمہارے تمام کرتوتوں سے میرا پروردگار خوب واقف ہے۔

آیت: ۱۸۹ ﴿فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَہُمۡ عَذَابُ یَوۡمِ الظُّلَّۃِ ؕ﴾ ’’تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا‘ تو انہیں آ پکڑا سائبان والے دن کے عذاب نے۔‘‘

یوں لگتا ہے جیسے اس قوم پر پہلے اوپر سے کوئی عذاب آیا تھا اور ان پر سائبان کی طرح چھا گیا تھا۔

﴿اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۸۹﴾﴾ ’’یقیناً وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔‘‘

آیت: ۱۹۰ ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾﴾ ’’یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے‘ لیکن ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے۔‘‘

آیت: ۱۹۱ ﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۹۱﴾﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) آپ کا رب‘ بہت زبردست‘ نہایت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

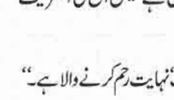

درس حدیث

کافر کو سلام کی ممانعت!

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا سَلَّمَ عَلَیۡکُمۡ اَھۡلُ الۡکِتَابِ فَقُوۡلُوۡا وَعَلَیۡکُمۡ)) (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر اہل کتاب (کافروں) میں سے کوئی تمہیں سلام کرے تو جواب میں صرف وعلیکم کہو!‘‘

تشریح: کافر کو جہاں مسلمانوں کی طرح سلام کرنا منع ہے‘ اسی طرح اپنی طرف سے کافر کے سلام میں پہل کرنا بھی منع ہے۔ سلام صرف دعا ہی نہیں‘ ایک اسلامی شعار بھی ہے جس کا کافروں سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی لئے ان کو سلام ممنوع ہے۔ ہاں ملا جلا مخلوط مجمع ہو کہ وہاں مسلمان بھی ہوں اور کافر بھی تو صریح الفاظِ سلام سے سلام کرنا بھی جائز ہے جبکہ نیت مسلمانوں کو سلام کرنے کی ہو!

ادارِیہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئین پاکستان کی چیر پھاڑ

1947ء میں ہندوستان انگریز سے آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن اب وہ دوممالک بھارت اور پاکستان میں تقسیم ہوگیا۔ بھارت ایک سیکولر ریاست کے طور پر سامنے آیا جبکہ پاکستان کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہوگی۔ بھارت جلد ہی ایک آئین بنانے میں کامیاب ہوگیا لیکن پاکستان 1956ء تک یعنی نو (9) سال ایک بے آئین سرزمین ہی رہی۔ ایسا کیوں ہوا؟ یوں تو اُس کی بہت سی وجوہات بتائی گئیں۔ لیکن آج ہم اس کی کلیدی وجہ قارئین کے سامنے لائیں گے یعنی جسے کہتے ہیں کہ پیچ کی بات کیا تھی وہ عرض کریں گے۔

پنڈت نہرو کے اس اعلان کے بعد کہ آزادی کے فوراً بعد ہم بھارت سے جاگیرداری نظام ختم کر دیں گے تمام مسلمان جاگیردار جو پہلے کانگرس میں تھے اور تقسیم ہند کے خلاف تھے، مسلم لیگ میں در آئے اور پاکستان کے مطالبے میں شامل ہوگئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اُنہوں نے پاکستان کی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا اور مسلم لیگ کی قیادت میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔ پھر یہ کہ وہ بیوروکریسی جسے انگریز نے ہندوستان پر اپنا تسلط اور حکمرانی مضبوط کرنے کے لیے تیار کیا تھا اُس نے سرکاری معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ان کی بڑی اکثریت مغربی پاکستان سے تعلق رکھتی تھی۔ لیکن مشرقی پاکستان کی آبادی مغربی پاکستان سے زیادہ تھی لہٰذا جو آئین بھی بنتا اُس میں آبادی کے زیادہ ہونے کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان پر سبقت اور برتری حاصل ہوتی۔ یہ معاملہ ان مذکورہ جاگیرداروں اور بیوروکریسی کو قبول نہ تھا۔ لہٰذا نو (9) سال لیت و لعل کا سلسلہ چلتا رہا کہ کس طرح مشرقی پاکستان کی اس سبقت کو ختم کیا جائے لہٰذا منصوبہ سازوں کو یہ ترکیب سوجھی کہ مغربی پاکستان میں صوبے ختم کرکے ون یونٹ قائم کیا جائے اور مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان کو ایک ایک یونٹ قرار دے کر دونوں کی حیثیت مساوی کر دی جائے اور پھر ایک ایسا آئین بنایا جائے جس میں کسی ایک یونٹ کو آبادی کی بنیاد پر دوسرے یونٹ پر سبقت یا برتری حاصل نہ ہو یوں مشرقی پاکستان کی سبقت کو ختم کیا جا سکے گا لہٰذا 30 ستمبر 1955ء میں مغربی پاکستان کے صوبے ختم کرکے ون یونٹ بنا دیا گیا لہٰذا رکاوٹ ختم ہوگئی۔ اس کے بعد چھ (6) ماہ سے بھی کم عرصہ میں 23 مارچ 1956ء کو نیا آئین بن گیا اور ملکہ برطانیہ کی ماتحتی سے نکل کر اسلامی جمہوریہ پاکستان وجود میں آ گیا۔ گورنر جنرل سکندر مرزا اب صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلانے لگے۔

یہاں یہ کہانی تو ختم ہو جاتی ہے کہ پاکستان نو (9) سال تک آئین کیوں نہ بنا سکا تھا۔ لیکن ابھی ہماری مصیبت ختم نہیں ہوئی تھی اس لیے کہ 1956ء کے آئین سے تو اندرونِ ملک مفاد پرست عناصر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تھے اور اُس سیاسی عدم استحکام کے ختم ہونے کے امکانات پیدا ہوئے تھے جس سے بار بار وزیراعظم تبدیل ہو رہے تھے البتہ بیرونی طور پر پاکستان کو کنٹرول کرنے والے عناصر

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
29 رجب تا 6 شعبان 1444ھ جلد 32
21 تا 27 فروری 2023ء شمارہ 08
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ابھی اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکے تھے۔ یہ وہ بیرونی قوتیں تھیں جنہیں لیاقت علی خان کے امریکہ کے دورہ اور وہاں طے پا جانے والے معاملات نے بہت مضبوط کر دیا تھا۔ جنرل ایوب خان لیاقت علی خان کے اسی امریکی دورے کی پیداوار تھے جنہیں اس دورے کے بعد پے در پے ترقیاں دے کر آرمی چیف بنا دیا گیا تھا۔ 1958ء میں امریکہ کے دورہ سے واپسی پر آرمی چیف ایوب خان نے اڑھائی سالہ ننھے منے آئین کو اپنے بھاری بھرکم فوجی بوٹوں تلے کچل دیا اور 1956ء کا آئین دم توڑ گیا۔ اب پاکستانی قوم پر مارشل لاء مسلط کر دیا گیا اور اُن جاگیردار سیاست دانوں کی ایک اچھی بھلی تعداد نے آئین کے تحفظ کی بجائے آئین پاکستان کے قتل سے وفاداری اُستوار کر لی اور ایک فوجی آمر کے دست و بازو بن گئے۔

یکم مارچ 1962ء کو ''جنرل ایوب خان کا یکطرفہ آئین'' نافذ ہوا جس میں طاقت اور عقلِ کل صدر کی ذات تھی اور عوام محض رعایا اور تماشائی تھے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس آئین کی تیاری کے لیے بنائے گئے کمیشن کی سربراہی سابق چیف جسٹس شہاب الدین کر رہے تھے اور اس کمیشن کے ایک ممبر جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی تھے۔ ایوب خان کے دور میں امریکہ نے مدد کی، پاکستانی صنعت نے بہت ترقی کی۔ ایوب خان سمجھ رہے تھے کہ امریکہ یہ سب کچھ پاکستان اور اُن کی ذات یعنی ایوب خان سے محبت میں کر رہا ہے لیکن جلد اُن کی غلط فہمی دور ہوگئی اور اُنہوں نے Friends not Masters لکھ ماری لیکن پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا تھا۔ ایوب خان کے خلاف تحریک کے بارے میں بعد میں انکشاف ہوا کہ امریکہ اس تحریک کی پشت پر تھا۔ بہرحال ایوب خان کو اقتدار سے رخصت ہونا پڑا، لیکن اُس نے اپنے بنائے ہوئے آئین کو پاؤں تلے روندتے ہوئے اقتدار سپیکر کو منتقل کرنے کی بجائے آرمی چیف یحییٰ خان کو منتقل کر دیا۔ گویا دوسرا آئین بھی جان بحق ہوگیا۔

نئے انتخابات ایک عارضی آئین کے تحت ہوئے لیکن جیتنے والی جماعت کو اقتدار منتقل نہ کرنے پر 1971ء میں ملک دولخت ہوگیا۔ یہ عارضی آئین ملک کی سلامتی کو تحفظ دینے میں بری طرح ناکام رہا کیونکہ اسے کسی طرح بھی عوامی حمایت حاصل نہ تھی۔ رہے سہے پاکستان کو 'نئے پاکستان' کا نام دیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندوں کی مدد سے ایک متفقہ آئین بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ آئین سازی کا مناسب بلکہ صحیح طریقہ یہی تھا۔ 1973ء میں ایک متفقہ آئین بن گیا۔ انفرادی سطح پر چند افراد کے سوا سب چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں نے اس آئین پر دستخط کر دیئے۔ بھٹو بڑے فخر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ ایک متفقہ آئین بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور یہ بات قابل فخر تھی بھی لیکن چند ماہ میں اُنہوں نے اس آئین میں اسمبلی میں اپنی اکثریت کی بنیاد پر سات ترامیم کر دیں۔ اب یہ آئین متفقہ نہیں رہا تھا۔ 1977ء میں تحریک نظامِ مصطفیٰ ؐ کے نتیجہ میں بھٹو اقتدار سے رخصت ہوئے۔ اُن کے اپنے چنیدہ آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ اب پاکستان میں آئین کے ساتھ ایک دوسری طرح کا کھلواڑ شروع ہوا۔ ظاہری طور پر آئین کو ختم تو نہ کیا گیا بلکہ آئین کی اُن شقات کو معطل کر دیا گیا جو نئے حکمران ضیاء الحق کی حکمرانی میں حائل ہوسکتی تھیں گویا آئین بھی مبینہ طور پر زندہ رہا اور مارشل لاء بھی لگ گیا۔ جنرل ضیاء الحق نے گیارہ سال حکومت کی۔ وہ کہا کرتے تھے جتنے مارشل لاء لگنے تھے لگ چکے اب کسی نئے مارشل لاء کا پاکستان متحمل نہیں ہوسکتا اور پاکستان کو اپنا وجود قائم رکھنا مشکل ہوجائے گا۔

ضیاء الحق کے بعد گیارہ (11) سال تک جمہوری حکومتیں رہیں جنہیں سول حکومتیں کہنا زیادہ مناسب ہوگا یہ سول حکومتیں بھی آئین سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں۔ ہر فوجی اور سول حکمران آئین کو یوں توڑ مروڑ نا چاہتا تھا جس سے اُس کی حکومت کو کسی طرح دوام حاصل ہو جائے۔ (دنیا بھر کے جمہوری ممالک میں آئین کو جو تقدس حاصل ہے وہ کبھی آئین پاکستان کو حاصل نہ ہوسکا۔ جمہوری ادوار میں بھی بالواسطہ اور اشارے کنائے سے آئین کو بائی پاس کرنا ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔)

12 اکتوبر 1999ء کو آئین پر پھر عسکری حملہ ہوا۔ جنرل پرویز مشرف برسر اقتدار آ گئے۔ آئین کے حوالے سے حیلہ سازی میں اُنہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی بجائے صرف ''چیف ایگزیکٹو'' کا سابقہ اپنے نام کے ساتھ لگایا۔ ایک بار پھر آئین کو قتل کر کے ''زندہ ہے زندہ ہے آئین زندہ ہے'' کا نعرہ زوردار انداز میں لگایا گیا۔ اعلیٰ عدلیہ نے ایک مرتبہ پھر نظریہ ضرورت کو زندہ کر کے آئین شکن کو تقویت بخشی۔ مشرف کے بعد حکومت پھر 'عوام' کو منتقل ہوئی۔ ایک بار پھر آئین کے ساتھ بالواسطہ چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی لیکن اس مرتبہ یہ بڑھتے بڑھتے اب ایک بلاواسطہ شکل اختیار کر گئی ہے بلکہ واضح اور اعلانیہ طور پر آئین شکنی کی نوبت آ گئی ہے۔ ہوا یوں کہ 2018ء میں منتخب ہونی والی حکومت (یاد رہے کہ پاکستان میں کوئی ایک حکومت بھی آج تک قائم نہیں ہوئی ہے جس کے سر پر اسٹیبلشمنٹ کا دست شفقت نہ ہو۔ 2018ء میں عمران خان کی جماعت تحریک انصاف کو بھی حسب معمول یہ سہولت حاصل تھی) کو اُس وقت کی اپوزیشن نے سلیکٹڈ حکومت کہا اور زور آزمائی شروع ہوگئی۔ PDM کی بڑی جماعتوں کو کرپشن کے مقدمات کا سامنا تھا۔ بہرحال وہ وقت بھی آ گیا جب اپوزیشن کو اسٹیبلشمنٹ کی مکمل حمایت حاصل ہوگئی اور منتخب حکومت کا دھڑن تختہ کر دیا گیا۔ اسٹیبلشمنٹ کا PDM کی مدد کرنا اس لیے بھی آسان ہوگیا کیونکہ عمران خان امریکہ سے تعلقات بگاڑ کر اپنا رخ روس کی طرف کر چکے تھے۔ لہٰذا ''رجیم چینج'' کے نتیجہ میں ایک ایسی حکومت بن گئی جسے امریکہ کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ لیکن ہماری تاریخ میں جو بات انتہائی غیر معمولی اور ماضی سے مختلف ہوئی وہ یہ تھی کہ اقتدار سے فارغ ہونے والا عمران خان جو دورانِ اقتدار انتہائی غیر مقبول ہوگیا تھا۔ عوام نے اُسے سر پر بٹھالیا اور اُسے اتنی مقبولیت حاصل ہوگئی جو شاید آج تک کسی بھی لیڈر کو حاصل نہ ہوسکی تھی۔ اب عوام والہانہ انداز میں اُس کی پشت پر ہے اور نئی حکومت انتہائی غیر مقبول ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ انتخابات کے انعقاد سے فرار حاصل کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ جو دو (2) صوبائی اسمبلیاں تحلیل ہوگئی ہیں اور جہاں نوے (90) روز میں انتخابات کرانا آئین کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک ہے، وہاں انتخابات نہیں کروائے جا رہے گویا اعلانیہ طور پر آئین شکنی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ حیلہ سازی کر کے عدالت کے احکامات ماننے سے بھی انکار کیا جا رہا ہے جس سے ملک بدترین آئینی بحران کا شکار ہو رہا ہے۔ آنے والے وقت میں کیا ہوتا ہے اس پر بھی آئندہ تبصرہ کریں گے۔ ان شاء اللہ!

زلزلے: وجوہات اور کرنے کے کام

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 10 فروری 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

اس وقت شام اور ترکی کے علاقے میں زلزلے کے نتیجے میں جو ایک بہت بڑا سانحہ پیش آیا ہے وہ ہم سب کے علم میں ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر دل مغموم بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ فکر بھی لاحق ہوتی ہے کہ آخر یہ کیا ہے۔ ایک وہ معاشرے یا بے خدا تہذیبیں ہیں جہاں خالق کائنات اور وحی کا انکار ہے وہاں اس پر کلام مختلف نوعیت کا ہوتا ہے۔ محض ایک ظاہری آنکھ ہی اس کو دیکھتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ زمین کی پلیٹس میں کوئی معاملہ ہوا، ہاٹ لائن پر علاقہ ہے تو زلزلہ آ گیا وغیرہ۔ دوسری طرف وہ افراد یا معاشرے ہیں جو خالق کائنات کو مانتے ہیں، وحی کی تعلیم کو مانتے ہیں اور اس کی روشنی میں سارے معاملات کو دیکھتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وحی کی تعلیم کی روشنی میں دیکھیں گے تو جانے والے کم از کم اگر ایمان پر گئے ہیں تو ان کے حوالے سے بڑا مثبت پہلو ہمارے سامنے آتا ہے اور جو رہ گئے ہیں ان کے لیے بہت کچھ کرنے کے کام ہیں۔

الحمدللہ! پاکستان میں اور پاکستان سے باہر مختلف علماء اور اہل علم نے اس پر کلام کیا ہے۔ جمعہ کا حاصل چونکہ وعظ، نصیحت، تذکیر، یاددہانی ہے، اور پھر موجودہ حالات کے حوالے سے وحی کی تعلیم کی روشنی میں رہنمائی مقصود ہوتی ہے اس لیے آج ہم اسی حوالے سے مطالعہ کریں گے کیونکہ اس سارے معاملے کی اصل حکمت اللہ کے علم میں ہے، ہم پہنچ نہیں سکتے۔

زلزلہ: آیات قرآنی کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ①﴾ (الحج) ''اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا' یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہوگا۔''

یہاں چند منٹ کے شاکس آئیں تو کیا ہو جاتا ہے۔ جب قیامت کا زلزلہ چھائے گا تو پھر پورے عالم کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس سے پہلے اللہ تقویٰ کی بات کر رہا ہے کہ بندے کے دل میں اللہ کا خوف ہونا چاہیے، اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر ہونی چاہیے۔ احادیث کو سامنے رکھیں تو گناہوں کی وجہ سے بھی یہ مصائب آتے ہیں۔ اللہ قرآن میں بتا رہا ہے کہ کبھی کسی قوم (آل فرعون) کو ڈبو کر، کسی قوم (لوط علیہ السلام کی قوم) پر پتھر برسا کر، کسی قوم (شعیب علیہ السلام کی قوم) پر شعلے برسا کر اور زلزلہ مسلط کر کے ہلاک کیا گیا۔ یہ میٹا فزیکل کا ذکر بھی قرآن بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کہ جو چھوٹے چھوٹے زلزلے آج آ رہے ہیں یہ قیامت کے بڑے زلزلے کی یاددہانی کے لیے بھی ہوتے ہیں کہ دیکھ لو اللہ قادر ہے کہ

مرتب: ابو ابراہیم

قیامت کے دن سب کو ہلاک کر دے۔ البتہ ہمارا عقیدہ کہتا ہے کہ ہلاکت کے بعد معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اپنے اعمال کا مکمل حساب دینا ہوگا۔

اسی طرح سورۃ الزلزال میں فرمایا:

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ①﴾ ''جب زمین ہلائی جائے گی جیسے کہ ہلائی جائے گی۔''

آج ایک سلنڈر پھٹتا ہے تو ہمارا دل دھڑکتا ہے۔ ہمارے ہاں جب لوگ شادی کے موقع پر جاہلوں کی طرح فائرنگ کرتے ہیں تو چھوٹے بچوں اور بزرگوں کے دل کی دھڑکنیں بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح بم بلاسٹ ہوتا ہے تو میل دور مضبوط سے مضبوط بندہ بھی ہل کر رہ جاتا ہے۔ جب اللہ پوری زمین کو ہلا دے گا تو عالم کیا ہوگا۔

ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ ابھی قیامت تو بڑی دور ہے۔ ابھی تو بڑا وقت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہونا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام بھی تشریف لائیں گے اور ساری زمین پر اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوگا۔ ان شاء اللہ! اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی واضح احادیث موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ہماری قیامت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من مات فقد قامت قیامته)) جس کی موت ہوگئی اس کی تو قیامت واقع ہوگئی۔ یعنی جو آج چلا گیا وہ کہاں قیامت کی ہولناکیاں دیکھے گا؟ سورۃ الانفطار کے شروع میں الفاظ ہیں:

''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب تارے بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔ اور جب قبریں تلپٹ کر دی جائیں گی۔''

البتہ اس کو اپنے وقت پر دوبارہ کھڑا کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ یہ دعا بندے کو کرتے رہنا چاہیے: ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں موت کی سختی سے۔''

اس لیے کہ معلوم نہیں کس حالت موت آ جائے، کئی لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوتے ہیں، نماز کی ادائیگی میں مصروف ہوتے ہیں تو موت آ جاتی ہے، اس کے برعکس کئی لوگ شراب و کباب کی محفلوں میں، میوزک کنسرٹ میں بھی ہوتے ہیں تو موت آ جاتی ہے۔ ہمیں اپنی موت کس قدر یاد ہے یہ ہمارے لیے عملی مسئلہ ہے۔

مقصد زندگی: امتحان

اس زندگی کا مقصد اور فلسفہ یہ ہے کہ یہ بنیادی طور پر امتحان ہے۔ یہ نکتہ اس پر واضح ہوتا ہے جو خالق کائنات کو اور وحی کی تعلیم کو ماننے والا ہو۔ ایمان کی دولت جو اللہ نے ہمیں دی ہے۔ خدا کی قسم! یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ ہمیں

اس کا اندازہ نہیں ہو رہا۔ آج مغربی معاشروں میں لوگ جانور بننے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ استغفر اللہ! وہاں لوگ اپنی جائیدادیں کتوں اور بلیوں کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اللہ نے انسان کو کیا مقام دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' (التین: 4) لیکن آج کا انسان، اور پڑھے لکھے لوگ، کہنے کو ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والے لوگ مگر ان کا یہ حال ہے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں انسان بنایا، مسلمان بنایا، ایمان کی دولت دی، محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا۔ یہ ایمان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

بہرحال ایک وہ آنکھ ہے جو مادہ پرستانہ نقطۂ نظر سے ہر چیز کو دیکھتی ہے اور ایک وہ آنکھ ہے جو وحی کی روشنی میں ہر چیز کو دیکھتی ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ (الملک:2) ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔''

یہاں احسن عملا کے الفاظ کے متعلق علماء نے لکھا کہ اس سے اعمال کے ڈھیر مراد نہیں بلکہ اچھے اور اخلاص سے کیے گئے اعمال ہیں جو محض اللہ کی رضاء کے لیے ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہوں۔

بعض لوگ اس طرح کے حادثات کے موقع پر جو ترکی میں پیش آیا ہے کنسرٹ کر کے فنڈ ریزنگ کرتے ہیں کہ فلاں گلوکار اور ناچنے والے کو بلا لو۔ استغفر اللہ! کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے انسانیت کے ساتھ بھلا سلوک کرو اور تھوڑا سا آگے مزید جذباتی ٹچ دیتے ہیں: "Humanity is the best religion." حالانکہ اس کی گہرائی میں جائیں تو یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ کیا اسلام انسانیت نہیں سکھاتا اور اسلام کو ماننے والا اگر اسلام پر عمل کرے تو وہ بہترین انسان نہیں ہوگا؟ اور مخلوقِ خدا کے ساتھ بہترین رویہ اختیار کرنے والا نہیں ہوگا؟ یقیناً فنڈ ریزنگ اچھا کام ہے مگر ناجائز ذرائع کو اختیار کر کے باطل طریقے پر فنڈ ریزنگ کرنا نیک عمل نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ یہ زندگی اور موت امتحان ہے۔ یہ بدلتے حالات کیا ہیں؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم آزماتے رہتے ہیں تم لوگوں کو شر اور خیر کے ذریعے سے۔ اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔'' (الانبیاء:35)

اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ان بدلتے حالات میں ہمارا طرزِ عمل کیسا ہے؟ دنیا اصل نہیں ہے۔ دارالجزاء نہیں ہے بلکہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ اصل مسئلہ وہاں کا ہے۔ کامیاب وہ ہوگا جو وہاں کامیاب ہوگا۔ ناکام وہ ہے جو وہاں ناکام ہوگیا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ط﴾ (التغابن:9) ''وہی ہے ہار اور جیت کے فیصلے کا دن۔''

بہرحال امتحان میں بدلتے حالات آئیں گے۔ بعض مرتبہ کوئی بات ہمیں ناگوار لگتی ہے لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ شاید اسی میں خیر ہو۔ مثلاً قتال جیسا حکم ہے اس کی اپنی شرائط ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں قتال کے حکم کے بعد اللہ فرماتا ہے:

''اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو درآنحالیکہ وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔'' (آیت:216)

اللہ خالق ہے، اللہ حاکم ہے، اللہ مالک ہے، جو چاہے سو کرے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کل کائنات کا اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ایک پتا اللہ کے اذن کے بغیر ہل نہیں سکتا۔ (سورۃ الانعام) البتہ عالمِ اسباب کے تحت اللہ دنیا چلا رہا ہے۔ جہاں بیماری بھی آتی ہے، ایکسیڈنٹ بھی ہوتا ہے، کچھ اور معاملات بھی ہوتے ہیں۔ اس کی نفی نہیں۔ اصل سبب اللہ کا اذن اور اللہ کی حکمت اور اللہ کا حکم ہے اور وہی بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے اس کے فیصلے بظاہر ہمیں بہت عجیب لگ رہے ہوں، ہمیں بہت مغموم کر رہے ہوں مگر اللہ الحکیم بھی ہے۔ اس کے فیصلے میں سراسر حکمت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں سمجھ نہیں آسکتی۔ ارشاد ہوتا ہے: ''نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ

پریس ریلیز 17 فروری 2023ء

انتشار اور خلفشار کے خاتمہ کے لیے فوری انتخابات ناگزیر ہیں

شجاع الدین شیخ

انتشار اور خلفشار کے خاتمہ کے لیے فوری انتخابات ناگزیر ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ تنظیم اسلامی انقلابی جدوجہد کے ذریعے پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کی قائل ہے لیکن ہمارا ہمیشہ یہ مؤقف رہا ہے کہ جب تک پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم نہیں ہو جاتا اُس وقت تک سول یا فوجی آمریت کی بجائے پاکستان میں مستحکم جمہوری طرزِ حکومت ہونا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس وقت حریف سیاسی جماعتوں میں اختلافات شدید محاذ آرائی کی صورت اختیار کر چکے ہیں جس سے ملک بدترین سیاسی عدمِ استحکام سے دوچار ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ معاشی صورتِ حال بھی بُری طرح بگڑ گئی ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاسی جماعتیں عوام سے فریش مینڈیٹ حاصل کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ جہاں تک پنجاب اور خیبر پختونخوا کی تحلیل شدہ اسمبلیوں کا تعلق ہے وہاں 90 روز کے اندر انتخابات کروانا آئین کا تقاضا ہے۔ ماضی میں آئین سے انحراف کی پاکستان بڑی قیمت ادا کر چکا ہے۔ لہٰذا صرف دو صوبوں میں انتخابات کروانے کی بجائے قومی مفاد یہ ہے کہ فریقین مذاکرات کے ذریعے عام انتخابات کے انعقاد پر متفق ہو جائیں اور تمام متعلقہ ادارے آئین کی پاسداری کرتے ہوئے انتخابات کے انعقاد کے لیے مطلوبہ تعاون فراہم کریں تاکہ اس حوالے سے تمام مراحل خوش اسلوبی سے طے پا سکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کامیاب ہونے والی جماعت یکسوئی سے پاکستان کے معاشی مسائل کا حل کرے۔ اُنہوں نے کہا کہ انتخابات کے انعقاد میں جتنی تاخیر ہوگی وہ ملکی سلامتی کے لیے خطرہ بن جائے گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کے اذن سے۔'' (التغابن:11)

بندہ انتہائی اللہ کے ہاں جواب دہ ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے۔ اصل سبب اس کا اذن ہے مگر ظاہر کے اسباب بھی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر بھی قرآن کریم راہنمائی عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔'' (الشوریٰ:30)

اللہ ہر بات پر نہیں پکڑتا بڑا رحمان ورحیم ہے۔ قرآن حکیم میں دو مرتبہ ذکر آیا کہ اگر تمہارے ہر جرم، کرتوت اور گناہ پر اللہ پکڑنے پر آجائے تو اللہ زمین پر ایک جاندار بھی باقی نہ چھوڑے لیکن اللہ موخر فرماتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علامات قیامت کے حوالے سے یہ بھی فرمایا ہے کہ زلزلوں اور سرخ آندھیوں کی کثرت ہو جائے گی۔ ایک اور طویل حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مال غنیمت کو گھر کی دولت سمجھا جانے لگے۔ امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، دینی تعلیم دنیا کے لیے حاصل کی جائے، انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے، دوست کو قریب کرے اور ماں باپ کو دور کرے، انسان کی عزت اس کے شر کی وجہ سے کی جائے، گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے، شرابیں پی جانے لگیں، بعد میں آنے والے لوگ امت کے سلف پر لعنت کرنے لگیں۔ جب یہ سب ہو تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس زمانے میں سرخ آندھیوں اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو۔ اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے مستقل اس میں سے دانے گرنے لگیں۔''

آج کتنی ساری باتیں ہیں جو اجتماعی سطح پر ہمارے سامنے آرہی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں بھی زلزلہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم توبہ کرو۔ اُس کی طرف پلٹو، گناہوں کو چھوڑ دو، نافرمانیوں کو چھوڑ دو، اللہ کی اطاعت کی طرف آؤ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے زلزلے کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا: زنا، شراب نوشی، رقص، گانا بجانا جب لوگوں کا مزاج بن جائے تو غیرت حق کو بھی جوش آتا ہے۔ اگر معمولی تنبیہ پر توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ عمارتیں منہدم اور عالی تعمیرات خاک کے ڈھیر کردیے جاتے ہیں۔ پوچھا گیا: کیا زلزلہ عذاب ہے؟ فرمایا: مومن کے حق میں رحمت، اور کافر کے لیے عذاب ہے۔ اس طرح کی بہت ساری باتوں کی طرف احادیث مبارکہ میں توجہ دلائی گئی ہیں۔

کرنے کے کام

ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ دین نے بڑی پیاری تعلیم عطا فرمائی ہے۔ زندگی امتحان ہے اور موت کا وقت معین ہے، کیفیت بھی اللہ کے ہاں متعین ہے، اللہ جانتا ہے۔ ہاں! ظاہر میں دیکھیں تو دل مغموم ہوتا ہے مگر رب سے بڑھ کر کون رحیم ہوگا۔ اسی لیے ہمارے بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ کوئی حکمت بیان نہیں کرنی چاہیے، بس اللہ کا حکم ہے اس کے فیصلے پر راضی رہو۔ یہ تو ہم نے مان لیا۔ اس حوالے سے دو آیات میں ذکر آتا ہے: ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾ (الانعام) ''شاید کہ وہ عاجزی کریں۔'' ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ (الروم) ''تاکہ وہ لوٹ آئیں۔''

سوال آئے گا جانے والوں کا معاملہ کیا ہوا؟ احادیث مبارکہ سے بہت اہم رہنمائی ملتی ہے۔ دنیا میں اللہ کی طرف سے فیصلے اجتماعی طور پر نافذ ہوتے ہیں۔ آخرت میں ہر ایک کا معاملہ انفرادی طور پر ہوگا۔ احادیث میں موجود ہے کہ اگر کوئی ایمان پر تھا اور کسی ناگہانی آفت مثلاً زلزلہ، طاعون یا کسی اور وبائی مرض کی بدولت انتقال کر گیا یا کوئی خاتون بچے کو جنم دینے کے دوران انتقال کر جائے، کوئی شخص جل کر انتقال کر جائے، کوئی شخص ڈوب کر انتقال کر جائے تو یہ حکم کے اعتبار سے شہید ہوگا۔ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے نہیں بلکہ حکم کے اعتبار سے شہید ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ایمان پر جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک درجے میں اس کے لیے شہادت کا رُتبہ ہوگا۔ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی کے لیے یہ سزا کا معاملہ بھی ہوسکتا ہے۔ البتہ مسلمان ہو اور اس قدر بھاری مصیبت کا معاملہ ہو گیا تو احادیث کی روشنی میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ مصیبت اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، آخرت میں صاف کر کے اللہ اس کو کھڑا کرے گا۔ سبحان اللہ! کتنی بڑی نعمت ہے ایمان۔ کہیں یہ ثواب کا باعث بنتا ہے، کہیں یہ کفارے کا باعث بنتا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ ایک شخص اللہ کے سامنے پیش ہوگا، اس کو بہت سارے اعمال کا اجر ملے گا مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ڈھیروں بڑا اجر اس کو عطا فرمائے گا۔ بندہ کہے گا اے اللہ! یہ اجر کس کا؟ اللہ فرمائے گا تجھ پر بیماری آئی تھی اور تو نے بڑا صبر کیا تھا، یہ اس صبر کا اجر ہے۔ اس اجر کو دیکھ کر بندہ کہے گا کاش میں ساری زندگی بہت زیادہ بیمار ہوتا، میرے جسم کے ایک ایک حصے پر قینچیاں چلتیں اور میں صبر کرتا ہے اور آج میرا اجر اور زیادہ بڑھ جاتا۔ یہ اجر اُن کے لیے ہے جو چلے گئے مگر کچھ کے لیے اس سے بڑھ کر سزا بھی ہوسکتی ہے۔ اللہ سزا بھی دیتا ہے۔ البتہ وہ ہم طے نہیں کرسکتے۔ وہ اللہ خود طے کرے گا۔ اسی طرح جانے والوں کے گھر والے ہیں ان کے لیے بھی صدمہ آزمائش آتی ہے ان سب کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق بھی دیتا ہے اور جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب بھی عطا فرمائے گا۔ البتہ جو لوگ بچ گئے ہیں ان کے لیے یہ زلزلہ تنبیہ بھی ہے۔ اللہ زمین کو ہلا رہا ہے۔ اللہ طوفان، سیلاب لے کر آرہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی صورتحال میں رہنمائی فرمائی کہ تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم اللہ کے حضور توبہ کرو۔ جو مہلت مل گئی ہے اس پر اللہ کا شکر کرو اور اپنے آپ کو بدلو، اللہ کے دین کے لیے اپنی جان، مال اور وقت لگاؤ۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر بھی توبہ کریں۔ ایک دوسرا پہلو بھی نمایاں ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:10) ''یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر مسلمان کے جسم میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح امت ایک جسم کی مانند ہے۔ ترکی اور شام میں زلزلہ آیا تو ان حالات میں ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں۔ پھر مالی طور پر جو تعاون ہم کرسکتے ہیں وہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے ہماری قوم اس معاملے میں بانجھ نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی کا ان ملکوں میں کوئی نظم نہیں ہے لیکن آپ کو جس ادارے پر اعتماد ہے اس کے ذریعے وہاں امداد بھیجیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ ہم کل اللہ کے غضب سے بچنا چاہیں تو آج اللہ کی راہ میں صدقہ دیں۔ یہ ایک ایسی ہنگامی صورت حال ہے کہ علماء نے فتویٰ دیا کہ یہاں پر زکوٰۃ بھی دی جاسکتی ہے۔ یہ ہمارے کرنے کا کام ہے۔ اللہ ہم کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

پاکستان کا مستقبل (2)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ مضمون بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نومبر 2008ء کے دوران کچھ خطاباتِ جمعہ کے خلاصہ کا مجموعہ ہے۔ خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس کو قارئین ندائے خلافت کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اُمید و یاس کے مختلف ادوار

قیامِ پاکستان کے بعد 1949ء سے لے کر 1957ء تک تقریباً یقین کی کیفیت تھی کہ یہاں اسلام بس آیا ہی چاہتا ہے۔ قراردادِ مقاصد کی منظوری اللہ کی حاکمیت کا اعلان اور انسانی حاکمیت کی نفیِ مطلق تھی۔ یہ گویا ریاستی سطح پر سیکولرازم کے خلاف اعلانِ بغاوت تھا۔ پھر جب یہ کہا گیا کہ کس کا اسلام نافذ ہوگا' شیعہ کا یا سنی کا؟ تو تمام مکاتبِ فکر اور دینی جماعتوں کی چوٹی کی قیادت نے مل بیٹھ کر متفقہ طور پر 22 نکات منظور کیے کہ ان کی راہنمائی میں اسلامی دستور بنایا جائے۔ یہ بہت اچھا اور امید افزا آغاز تھا۔ اُس وقت میں بھی جماعت اسلامی کا ایک ادنیٰ کارکن تھا اور خاص طور پر اپنے جماعتی ماحول میں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ بس اسلامی انقلاب آیا کہ آیا! نعیم صدیقی مرحوم جو پنجاب میں مولانا مودودی مرحوم کے اوّلین ساتھی تھے' انہوں نے اس دَور میں بڑی ولولہ انگیز اور جذباتی نظمیں کہیں۔ ان کا یہ شعر ہم اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

بول شہرِ نظامِ اسلامی! کیا ترے سقف و بام کہتے ہیں؟
تیرے در پر کھڑے ترے والی آج تجھ کو سلام کہتے ہیں!

گویا ہم نظامِ اسلامی کے دروازے پر کھڑے دستک دے رہے تھے اور دروازہ کھلنے کے منتظر تھے۔

1956ء میں پاکستان کا اسلامی دستور بن چکا تھا اور اب انتخابات ہونے والے تھے' لیکن 1958ء میں اس گاڑی کو پٹڑی سے اتار دیا گیا۔ یاد رہے کہ دنیا میں ابلیس لعین کے سب سے بڑے ایجنٹ یہودی ہیں اور ان کا سب سے بڑا آلۂ کار امریکہ ہے۔ امریکہ نے پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو اپنے ہاں بلا کر اس کی پیٹھ تھپکی' اور اس نے واپس آ کر دستور یہ کو بھی لپیٹ دیا' دستور بھی ختم کر دیا اور مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اس کے بعد پاکستان میں جو تاریک رات آئی اُس میں مایوسیاں پروان چڑھتی گئیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ سارے خواب پریشان ہو رہے ہیں۔ ایوب خان کے دور میں ''عائلی قوانین'' کا نفاذ کیا گیا تو تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے کہا کہ یہ غیر اسلامی ہیں' مگر وہ غیر اسلامی قوانین ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں نافذ ہو گئے۔ مسلمانوں کے عائلی قوانین کو انگریز نے بھی نہیں چھیڑا تھا' اور بھارت کے مسلمانوں نے اب تک اپنے عائلی قوانین میں کسی مداخلت کی اجازت نہیں دی' لیکن یہاں ایک فوجی آمر نے غیر اسلامی عائلی قوانین نافذ کیے جو اب تک نافذ ہیں۔ اس دور میں نعیم صدیقی صاحب نے یہ شعر کہا تھا ؎

اے آندھیو سنبھل کے چلو اس دیار میں
اُمید کے چراغ جلائے ہوئے ہیں ہم!

اُس دور میں مولانا کوثر نیازی بھی جماعت اسلامی کے سرگرم کارکن تھے۔ بعد میں ان کا جو بھی معاملہ رہا میں اس کو زیر بحث نہیں لانا چاہتا۔ اُس وقت انہوں نے بڑا تلخ شعر کہا تھا کہ:

اسلام کو گر تیری فضا راس نہ آئے
اے میرے وطن تجھ کو کوئی آگ لگائے!

یعنی ہماری نگاہ میں پاکستان کی اصل قدر و قیمت اس اعتبار سے ہے کہ یہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا گہوارہ بنے۔ 1958ء سے لے کر 1985ء تک معاملات ایسے رہے کہ وہ مایوسی بڑھتی ہی چلی گئی اور یہاں اسلامی نظام کے قیام کی جو اُمید تھی وہ تقریباً دم توڑ گئی' اگرچہ اُس وقت تک پاکستان کے وجود کے بارے میں کوئی مایوسی نہیں ہوئی تھی کہ یہ ملک رہے گا یا نہیں!

1985ء میں مجھے تاریخ بنی اسرائیل کے حوالے سے ایک اُمید پیدا ہوئی اور میں نے اس کا برملا اظہار کیا۔ بنی اسرائیل جب آلِ فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے اور مصر سے نکلے تو انہیں جنگ کا حکم ہوا' جیسے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو اب قتال کا دور شروع ہوا۔ بنی اسرائیل کو جب جنگ کا حکم دیا گیا تو پوری قوم نے کورا جواب دے دیا۔ چھ لاکھ میں سے صرف دو آدمیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ قتال پر لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بزدلی اور کم ہمتی کی یہ سزا دی کہ ارضِ مقدس ان پر چالیس برس تک حرام کر دی۔ چنانچہ وہ چالیس برس تک صحرائے سینا میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ اس دوران وہ پوری نسل جو مصر کی غلامی کا داغ اٹھائے ہوئے تھی' ختم ہو گئی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب ایک نئی نسل جوان ہو چکی تھی جو صحرا ہی میں پیدا ہوئی اور صحرا میں پروان چڑھی۔ اس نے صحرا کی سختیاں جھیلی تھیں' اور اقبال کہتا ہے ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!

آج بھی سوات سے نفاذِ شریعت کی تحریک چلانے والے مردانِ کہستانی ہی ہیں نا! خود اسلام کا آغاز بھی عرب کے صحرا ہی سے ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کی جو نئی نسل صحرا میں پیدا ہوئی اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یوشع بن نون ؑ' جو نبی تھے' کی قیادت میں جنگ کی' جس کے نتیجے میں فلسطین میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ چنانچہ اس حوالے سے مجھے خیال ہوا کہ ہمیں بھی آزاد ہوئے چالیس برس ہونے کو ہیں اور ہم ابھی تک صحرائے تیہہ میں بھٹک رہے ہیں' اسلام کی طرف ہماری کوئی پیش قدمی نہیں ہو رہی بلکہ مایوسی ہو رہی ہے' لیکن کیا عجب کہ اب نئی نسل اُبھر کر آ گئی ہے تو شاید حالات ہمارے بھی بدل جائیں جیسے کہ بنی اسرائیل کے بدل گئے تھے۔ لہٰذا اُس زمانے میں میں نے ''استحکامِ پاکستان'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی' جس میں یہ اُمید کی جھلک دکھائی تھی۔ جو حضرات بھی اس سے دلچسپی رکھتے ہوں کہ پاکستان کا صغریٰ کبریٰ کیا تھا' پاکستان کیسے بنا اور اس کے استحکام کے لیے سوائے اسلام کے اور کوئی بنیاد نہیں' وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ بہر حال اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس نئی نسل سے بھی کوئی توقع نہیں رکھی جا سکتی' اس نئی نسل نے بھی مغرب کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے۔ اگرچہ اس نئی نسل میں ایک

بڑی تعداد مذہبی رجحان رکھنے والوں کی بھی ہے' لیکن ان کا تصور بھی مذہب کا ہے' دین کا انقلابی تصور موجود نہیں' دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کا کوئی جذبہ نہیں۔ چنانچہ اس دوران یاس و اُمید کی کیفیت مسلسل چلتی رہی' جس میں مایوسی غالب رہی۔

میری مایوسی کی یہ کیفیت آج سے ساڑھے چار سال پہلے اس انتہا کو پہنچ گئی کہ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اب پاکستان کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ 29 فروری 2004ء کو میں نے قرآن آڈیٹوریم میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں جو خطاب کیا تھا اس کے اخباری اشتہار کا عنوان یہ دیا تھا: ''کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہوگئی ہے؟'' یہ خطاب اب ''پاکستان کے مستقبل کو لاحق خطرات و خدشات'' کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں شائع ہوتا ہے۔ اُس وقت واقعتاً میری کیفیت شکیل بدایونی کے اس مصرعے کا مصداق تھی کہ ع ''اُڑتے اُڑتے دُور اُفق پر آس کے پنچھی ڈوب گئے!'' اس انتہائی مایوسی کی بنیاد یہ تھی کہ پاکستان اپنے وجود کی نفی کر چکا ہے' یہ جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا تھا اس مقصد کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ یہ ایک نظریاتی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا' یہ کوئی نسلی' لسانی یا وطنی ریاست نہیں تھی۔ وطنیت کی تونفی کر کے ہم نے یہ ملک بنایا تھا' لیکن اس ملک میں نظریۂ پاکستان یعنی دین اسلام کہیں نہیں۔ اسلام ہے تو مذہب کی صورت میں ہے' لیکن مذہب اسلام تو ہندوستان میں بھی ہے۔ پھر کاہے کو لاکھوں جانیں دے کر یہ تقسیم کروائی گئی؟ مسجدیں تو وہاں بھی ہیں۔ مسجدیں تو امریکہ میں بھی ہیں اور ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن وہ اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی اور اس کے اصول حریت و اخوت و مساوات کہاں ہیں؟

اس مایوسی میں 9 مارچ 2007ء کے بعد کے حالات و واقعات سے کچھ تھوڑی سی کمی آئی جب جسٹس افتخار محمد چودھری نے آمریت کے خلاف ایسی ہمت دکھائی کہ ہماری پوری عدلیہ کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر اس کے بعد جو وکلاء کی تحریک چلی' اس کا کوئی سیاسی پس منظر نہیں ہے' کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ پھر یہ پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ ہیں جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ جس طرح ڈٹے ہوئے ہیں اور جتنی سختیاں انہوں نے جھیلی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جاندار تحریک ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ شاید ہم سے کوتاہی ہوئی ہے کہ ہم نے ملک کے اس پڑھے لکھے طبقے تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا۔

اس کے بعد جب فروری 2008ء میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا تو بڑا شدید خطرہ تھا کہ ان میں دھاندلی ہوگی اور تحریک چلے گی' جیسے 1977ء میں بھٹو کے خلاف تحریک چلی تھی۔ اس کے بعد شدید اندیشہ تھا کہ اگر یہاں بدامنی پیدا ہوگئی تو ایک طرف سے نیٹو فورسز اور دوسری طرف سے بھارتی افواج پاکستان میں داخل ہوجائیں گی۔ اخبارات میں اطلاع آئی تھی کہ بھارتی افواج کو الرٹ کر دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے انہیں کسی پڑوسی ملک میں امن کے قیام کے لیے داخل ہونا پڑے۔ لیکن پاکستان میں انتخابات کے پُرامن انعقاد سے یہ خطرہ ٹل گیا۔ ان دو باتوں سے کچھ امید بندھی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں مزید مہلت دے دے اور اس کے ذریعے سے یہاں پر خیر کی طرف کوئی پیش قدمی ہو جائے اور ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے کہ ع ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو!'' (جاری ہے)

❁❁❁

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر، تعلیم یافتہ فیملی، پروفیسر (ریٹائرڈ) کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی۔ایس انگلش لٹریچر کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ، تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0311-4096639

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(2 تا 8 فروری 2023ء)

جمعرات (02 فروری) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔

جمعہ (03 فروری) کو قرآن اکیڈمی لاہور کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ ''امیر سے ملاقات'' کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔

ہفتہ (04 فروری) کو نائب امیر کے ہمراہ شعبہ جات سمع و بصر، تربیت اور نظامت سے میٹنگز کیں۔

اتوار (05 فروری) کو دوپہر 3 سے سوا 4 بجے مع نائب امیر شعبہ نظامت سے میٹنگ کی۔ بعد نماز عصر امراء اجتماع کے آغاز میں افتتاحی خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

سوموار (06 فروری) کو امراء اجتماع میں صبح 9:30 تا 10:30 بجے ''تنظیم اسلامی اور انتخابی سیاست''، 11 تا 12 بجے'' قومی اور عالمی منظر نامہ'' بیان کیا۔ بعد نماز ظہر نائب امیر کے ہمراہ صدرِ انجمن ملتان سے ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

منگل (07 فروری) کو امراء اجتماع میں 11 تا 12 بجے ''موجودہ دور میں منہج انقلاب نبوی ﷺ کا آخری مرحلہ'' بیان کیا اور 12 تا 01 بجے سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نمازِ ظہر صدر انجمن اسلام آباد سے مع نائب امیر ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

بدھ (08-فروری) کو امراء اجتماع میں 12 تا ایک بجے اختتامی خطاب فرمایا۔ بعد نماز ظہر کراچی روانگی ہوئی۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے رابطہ رہا۔

اس وقت دنیا میں پونے دو ارب مسلمان ہیں اگر وہ یک زبان ہو کر توہین قرآن کے مرتکب ملک کا معاشی بائیکاٹ کریں تو ایسے واقعات کو روکنا اس کی مجبوری بن جائے گی۔

ہم نے قرآن کو چھوڑ رکھا ہے اس لیے آج ہم پر اس قدر ذلت اور پستی مسلط ہو چکی ہے کہ ہم دشمنوں کو جواب بھی نہیں دے سکتے۔

پاکستان کے حالات تب بدلیں گے جب ہم اجتماعی سطح پر توبہ کریں گے اور جس مقصد کے لیے ملک لیا تھا اس کو پورا کریں گے۔

اگر ہم مسلمان ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہیں تو پھر ہمیں یہ اجازت نہیں ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے خلاف کوئی قانون بنائیں

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: مغرب میں توہین رسالت ﷺ اور توہین قرآن کے واقعات بڑھتے چلے جارہے ہیں ان کی روک تھام کے لیے مسلمانوں کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ظاہری بات ہے ان پے درپے واقعات کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل تو دکھتا ہے۔ سکینڈے نیوین ممالک دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ ان ممالک میں سوشل ویلفیئر اور تعلیم کا نظام بہت اونچا ہے۔ پھر انہی معاشروں میں مسلمانوں کو فریڈم آف دی سپیچ، رواداری، عفوودرگزر کا درس دیا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف انہی ممالک میں حکومتی سرپرستی میں پے درپے توہین رسالت اور توہین قرآن کے واقعات کا ہونا اور پھر ایسے مجرموں کو تحفظ دینا وہ طرز عمل ہے جس سے ان معاشروں کی منافقت کھل کر سامنے آرہی ہے اور ان کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہورہا ہے۔ دوسری طرف ردعمل میں ہم مسلمان وقتی طور پر جلوس اور ریلیاں نکالتے ہیں اور اس دوران میں اپنے ہی ملک کی املاک کا نقصان کرتے ہیں تو ظاہری بات ہے اس سے ان لوگوں کو تو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ بلکہ شاید ہم دین کا فریضہ سمجھ کر یہ کام کر رہے ہوتے ہیں اور اپنوں کا نقصان کررہے ہوتے ہیں تو خدانخواستہ ہمارا یہ عمل لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔ قرآن کی بے حرمتی اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی بہت بڑا منکر ہے۔ منکرات کو روکنے کے حوالے سے حدیث میں ذکر ہے کہ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو، نہیں تو زبان سے روکو، زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو دل میں بُرا جانو۔ آج زبان کی طاقت میڈیا ہے۔ جس قدر میڈیا دستیاب ہے اس پر ایسے واقعات کے خلاف آواز بلند ہونی چاہیے اور اس کی مذمت کی جانی چاہیے۔ دوسرا آپشن یہ ہے کہ ان ممالک کا معاشی بائیکاٹ کیا جائے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوگا۔ ڈنمارک میں توہین رسالت کے ایک واقعہ کے بعد جب سعودی عرب نے ڈنمارک کی پروڈکٹس پر پابندی لگائی تو تھوڑے دنوں میں ہی ڈنمارک کے سفیر اور وزیر کو آکر معذرت کرنا پڑی۔ اس وقت دنیا میں پونے دو ارب مسلمان ہیں اگر وہ یک زبان ہوکر ان ممالک کا معاشی بائیکاٹ کریں تو ایسے واقعات کو روکنا مغرب کی مجبوری بن جائے گی۔ اسی طرح ہمارا کوئی لیڈر جاکر اقوام متحدہ میں اس ایشو کو اُٹھاتا ہے تو یہ بھی وقتی حل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اسلاموفوبیا اور اسلام کے خلاف رکیک حملوں کے خلاف عالمی دن معین کیا مگر اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، ہم ان ظالموں کے ہاتھ توڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ورنہ قرآن کی بے حرمتی اور رسول اللہ ﷺ کی توہین ہو تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسی امت کو اس زمین کے اوپر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن آج وہ امت جس کو ختم نبوت کے بعد قرآن کی دعوت کو لے کر کھڑے ہونے اور قرآن کے نظام کو لانے کی تاکید کی گئی تھی کدھر ہے؟ اس بے بسی پر حدیث مبارک کیا کہتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ))(مسلم شریف) ”اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بامِ عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کردے گا۔“

آج مسلم معاشروں اور مملکت خداداد کی حالت دیکھ لیں۔ معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور قومی سطح پر ذلت ورسوائی ہے۔ اس لیے کہ قرآن کو تو ہم نے خود چھوڑ رکھا ہے۔ قرآن کی تلاوت ہم نہ کریں، اس کو سمجھنے کی کوشش ہم نہ کریں، ہمارے گھروں میں قرآن کے احکام پر عمل نہ ہو، ہماری عدالتوں میں فیصلے قرآن کے مطابق نہ ہوں۔ ہماری معیشت، معاشرت اور سیاست کا نظام قرآن کی تعلیم کے خلاف ہو تو کافروں سے کیا شکوہ، ہمیں خود سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے؟ جب تک ہم قرآن سے مخلص نہیں ہوں گے اور قرآن کے نظام خلافت کو قائم نہیں کریں گے تو اللہ کی مدد ہمارے شامل حال نہیں ہوگی۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷﴾ (محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جمادے گا۔“

اصل میں ہم سرکشوں اور باغیوں سے اس وقت بات کر سکیں گے جب ہم خود اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے، ہمارے چھ فٹ کے وجود پر قرآن نافذ ہو اور ہماری اپنی مملکتوں میں قرآن کے احکامات نافذ ہوں اور پھر اس ایمانی قوت کے بل بوتے پر اور اللہ پر توکل کر کے صرف بیانات نہیں بلکہ اقدام کریں گے۔ ایسا اقدام گستاخوں کے خلاف محمد رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی ہوا ہے اور بعدازاں بھی۔ حتیٰ کہ جب رہی سہی خلافت 1924ء میں ختم ہونے والی تھی اس سے کچھ عرصہ پہلے برطانیہ میں سٹیج شوز ہونے والے تھے جن میں رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں گستاخی کا پلان تھا۔ وقت کے خلیفہ نے سفیر کو بلایا اور اس سے کہا کہ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ سفیر نے کہا کہ ٹکٹ فروخت ہو چکے ہیں تو خلیفہ نے تلوار نکال کر کہا کہ پھر تلوار فیصلہ کرے گی۔ چنانچہ برطانیہ کو وہ شوز بند کرنا پڑے۔ نظام خلافت کسی درجے میں

بھی قائم ہوگا وہاں مسلمانوں کی مرکزیت ہوگی تو پھر فتویٰ جاری نہیں ہوتا بلکہ فتویٰ نافذ ہوتا ہے۔ آج ہم فتویٰ جاری کر سکتے ہیں وہ بھی کرنا چاہیے لیکن ہم فتویٰ نافذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں نظام خلافت کے ازسرنو قیام، قرآن سے تعلق اور اس کے نفاذ کے لیے کھڑا ہونا ہوگا اس کے نتیجے میں پھر اللہ کی مدد آئے گی۔

سوال: مسلمانوں کا قرآنی احکام کے خلاف قوانین بنانا اور اس کی عملی تکذیب کیا قرآن کی عملی توہین نہیں ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: ایک ہوتا ہے قانونی اقرار اور ایک ہوتا ہے عملی انکار۔ قرآن بنی اسرائیل کے بارے میں کہتا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ﴾ (الجمعۃ: 5)

''مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات بنائے گئے پھر وہ اس کے حامل ثابت نہ ہوئے اُس گدھے کی سی (مثال) ہے جو اٹھائے ہوئے ہو کتابوں کا بوجھ۔ بہت بری مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔''

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ (البقرۃ: 101)

''اللہ کی کتاب کو پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا''

یہود نے کتاب کا انکار نہیں کیا تھا، وہ بھی زبان سے اقرار کرتے تھے مگر عملاً اس کا انکار کرتے تھے، اس پر قرآن نے ان کو تکذیب کرنے والے کہا۔ اسی جرم کی پاداش میں ان پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی۔ اسی طرح اگر مسلمان بھی قرآن کی عملاً تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی ذلت و رسوائی مقرر کر دے گا۔ پاکستان میں ٹرانسجینڈر کا قانون پاس ہونا قرآنی احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اسی طرح ہم سودی نظام کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اگر اسی طرح قرآن کی عملاً تکذیب جاری رہے گی تو پھر اللہ کی مدد ہمارے شامل حال کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر اللہ کی مدد نہیں ہوگی تو پھر ان ظالموں کو کیسے جواب دے سکتے ہیں؟ بہرحال اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ توہین کر رہے ہیں اس کی ہمیں مذمت کرنی چاہیے۔ جو سفارتی، قومی اور امت کی سطح پر بات ہو سکتی ہے وہ ہونی چاہیے مگر ہم خود بھی اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم قرآن کے ساتھ جو کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟ جب تک ہم اپنے اس رویے کو سدھاریں گے نہیں، قرآن کا نفاذ اپنی زندگیوں پر نہیں کریں گے اور اس کے نظام کو قائم نہیں کریں گے تب تک ہم کفار کو جواب نہیں دے سکیں گے۔

سوال: پاکستان کے موجودہ حالات میں اجتماعی توبہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے لیکن یہ کام ہوگا کیسے؟ کیا تنظیم اسلامی اس سلسلے میں اپنے پلیٹ فارم سے دیگر ہم خیال علماء کرام اور جماعتوں کے ساتھ مل کر کوئی موثر کردار ادا کر سکتی ہے؟ (محمد رئیس، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: قرآن حکیم کی سورۃ یونس میں قوم یونسؑ کی مثال موجود ہے کہ جس نے اجتماعی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سے عذاب کو ٹال دیا۔ لیکن اجتماعی توبہ سے مراد اگر صرف یہ ہے کہ پاکستان کے بڑے شہروں میں لوگ جمع ہوں اور اجتماعی طور پر توبہ و استغفار کر لیں تو ہم اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ توبہ یہ نہیں ہے کہ ایک مرتبہ آ گئے توبہ کر لی اور پھر گھر چلے گئے۔ اصل توبہ یہ ہے کہ ہم اپنی روش کو بدلیں، قرآن سے بے وفائی چھوڑ دیں، انفرادی سطح پر بھی قرآن کا نفاذ کریں اور اجتماعی توبہ یہ ہوگی کہ ہم قرآن کے نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ ہم نے ملک اسلام کے نام پر لیا، ملک کا نام رکھا اسلامی جمہوریہ پاکستان، قرارداد مقاصد ہم نے پاس کر دی، طے کر دیا کہ یہاں کتاب وسنت کی بالادستی ہوگی۔ لیکن 75 برس ہو گئے، کدھر ہے کتاب وسنت کی بالادستی؟ ہمارے ہاں سود کا نظام چل رہا ہے، ٹرانسجینڈر جیسے خلاف اسلام قوانین ہمارے ہاں بنائے جاتے ہیں، شراب اور جوئے پر کوئی پابندی نہیں، حرام کی کتنی شکلیں ہمارے ہاں موجود ہیں۔ بے حیائی، فحاشی پھیلانے کے لیے پروٹیکشن ہمارے ہاں موجود ہے۔ یعنی ہم دھڑلے کے ساتھ سرکشیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اجتماعی توبہ یہ ہوگی کہ ہم ان سرکشیوں سے باز آ جائیں اور جس مقصد کے لیے یہ ملک لیا تھا اس مقصد کو پورا کریں۔ یعنی شریعت کے نفاذ کا معاملہ ہو۔ اگر حکمران یہ کام نہیں کرتے تو پھر عوام کو اُٹھنا چاہیے اور پُرامن منظم طریقے سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ یہ اجتماعی توبہ ہوگی۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا تنظیم اسلامی اجتماعی توبہ کے حوالے سے اپنے پلیٹ فارم سے دیگر ہم خیال علماء کرام اور جماعتوں کے ساتھ مل کر کوئی موثر کردار ادا کر سکتی ہے تو تنظیم اسلامی کئی مرتبہ ''توبہ کی پکار'' کے عنوان سے پاکستان بھر میں مہمات چلا چکی ہے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یاددہانی کرائی جائے، رجوع الی اللہ کی طرف دعوت دی جائے۔ پھر ہم مختلف اجتماعیتوں سے رابطہ بھی رکھتے ہیں۔ اگر ہم کوئی مہم چلاتے ہیں تو علماء تک بھی اس بات کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم نے انسداد سود کے حوالے سے مہم چلائی تو بعض علماء نے اپنی مساجد کے منبر سے اس نکتہ کو بیان بھی کیا اور بعض علاقوں میں ایک ہی جمعہ مخصوص کر دیا جاتا ہے اور وہاں سے اس بات کی دعوت دی جاتی ہے۔ اسی طرح دوسری جماعتوں کے بعض اہل علم اس کو اپنے اپنے فورمز سے بیان کرتے ہیں۔ ہمارا دل اس حوالے سے کھلا ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہم سب کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم حکمرانوں کو بھی راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پارلیمنٹیریز کو خطوط لکھتے ہیں کہ اس اجتماعی توبہ کے بغیر مسائل حل نہیں ہوں گے اور یہ ملک نہیں سدھرے گا۔ یہ ہمارے بس میں ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اب اللہ دلوں کو کب بدل دے، وہ اللہ کے اختیار میں ہے اور کس وقت اس قوم کا ایک اچھا بھلا طبقہ اس توبہ کے لیے واقعتاً عملاً تیار ہو جائے وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

> ڈنمارک میں توہین رسالت کے ایک واقعہ کے بعد جب سعودی عرب نے ڈنمارک کی پروڈکٹس پر پابندی لگائی تو تھوڑے دنوں میں ہی ڈنمارک کے سفیر اور وزیر کو آ کر معذرت کرنا پڑی۔

سوال: کیا اسلام میں ایک سے زیادہ گروہ بنانے کی اجازت ہے؟ قرآن وحدیث سے ثابت کریں اگر نہیں تو کیوں؟ (اختر جمیل صاحب)

امیر تنظیم اسلامی: دین تفرقہ بازی سے منع کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ (آل عمران: 103) ''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

تفرقے سے قرآن کریم بھی منع کرتا ہے۔ تفرقے سے رسول اللہ ﷺ بھی منع فرماتے ہیں لیکن جہاں تک مسلک یا جماعت کی بات ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ ہمارے ہاں چار فقہی مکاتب موجود ہیں۔ فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی اور بعض حضرات اہل حدیث مکتب فکر کے ہیں اور بعض کچھ اور بھی ہیں۔ یہ امت میں ہمیشہ سے رہے۔ ہمارا ان کے بارے میں یقین ہے کہ ان تمام آئمہ نے کتاب وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر مسائل کو اخذ کیا اور امت کے سامنے پیش کیا اور ان کے پاس دلائل موجود ہیں۔ اب کوئی یہ نہیں کہتا کہ فقہ حنفی تفرقہ ہے یا فقہ شافعی تفرقہ ہے۔ بلکہ سب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سب اسلام کے فولڈ میں داخل ہیں۔

اسی طرح آئیڈیل ترین بات یہ ہے کہ امت میں نظام خلافت قائم ہو اور امت کا ایک امیر ہو ایک امام ہو۔ یہ تو عالمی سطح پر قیامت سے قبل ہوگا۔ ان شاء اللہ! اس سے پہلے آج 57 مسلم ممالک کی صورت میں جو سرحدی لکیریں کھینچ دی گئی ہیں کیا یہ ہونی چاہئیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہونی چاہئیں۔ انتظامی یونٹس کا ہونا الگ شے ہے لیکن لکیر کھینچ دینا بالکل دوسری شے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں کسی ملک میں شریعت نافذ نہیں ہے اور مختلف ممالک میں یہ فقہی مکاتب فکر موجود رہے۔ مختلف جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ سوال ہے کہ کیا ان کی گنجائش بنتی ہے؟ بالکل بنتی ہے بشرطیکہ یہ کتاب وسنت کی دلیل پر ہوں، ان کے عقائد متفق علیہ ہوں اور ان کا طریقہ کار کتاب وسنت کے مطابق ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اصل مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جب کوئی اپنی جماعت کو الجماعۃ کی سطح پر لے جائے اور دعویٰ کرے کہ صرف میں ہی حق پر ہوں باقی سب باطل ہیں تو یہ غلط ہوگا۔ الجماعۃ تو پوری امت مسلمہ ہے۔ الحمدللہ! بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس بات کا ذکر فرماتے تھے۔ ہمارے لٹریچر میں تعارف تنظیم اسلامی والی کتاب کے بیک ٹائٹل اور انر ٹائٹل میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ تنظیم اسلامی قطعاً الجماعۃ نہیں ہے۔ ہم تمام جماعتوں اور دیگر مکاتب فکر کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں البتہ علمی اختلاف ہوسکتا ہے جو صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ علمی اختلاف ایک شے ہے لیکن تفرقہ پیدا کرنا بالکل دوسری شے ہے جس کی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تفرقہ بازی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سوال: کیا حکومت نظام اسلام سے ہٹ کر قانون بنا سکتی ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: اگر ہم مسلمان ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہیں تو پھر ہمیں یہ اجازت نہیں ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے خلاف کوئی قانون بنائیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط﴾ (یوسف:40) ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔''

اسی طرح سورۃ الحجرات میں فرمایا:

﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (آیت:1) ''مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے۔''

ان حدود سے ہم باہر نہیں نکل سکتے۔ البتہ بہت سے معاملات میں شریعت نے ہمیں خود گنجائش دی ہے۔ ہفتہ وار تعطیل پر شریعت نے کوئی پابندی نہیں لگائی کہ ہفتہ کو کریں یا اتوار کو کریں۔ اسی طرح اتفاق رائے سے اوقات کار کو متعین کیا جاسکتا ہے۔ مگر جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اُن کو ہماری کوئی رائے، ہماری پارلیمنٹ، ہماری عدالتیں حلال قرار نہیں دے سکتیں۔ کوئی بھی مسلم حکومت شریعت کے منافی قانون نہیں بنا سکتی۔ جس طرح انفرادی سطح پر اللہ کی بندگی لازم ہے اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی لازم ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص﴾ (البقرۃ:208) ''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

جس طرح انفرادی سطح پر اللہ تعالیٰ سرکشی کو نامنظور کرتا ہے اسی طرح اجتماعی سطح پر اگر شریعت کے خلاف فیصلے ہوں تو قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ .... الظّٰلِمُوْنَ ۝ .... الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (المائدہ) ''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔ اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔ اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات وقوانین کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔''

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے تین فتاویٰ ہیں۔

سوال: بھارت میں تحریک اقامت دین کی خاطر دو بنیادی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ دونوں کا نصب العین اللہ کے دین کی نصرت اور اس کو ہندوستان میں قائم کرنا ہے۔ ایک جماعت اسلامی ہند، دوسری وحدت اسلامی ہند۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت اسلامی بیعت کی بنیاد پر رکنیت لیتی ہے اور جماعت اسلامی فقط فارم پر رکنیت لیتی ہے۔ جماعت اسلامی مختلف طریقے پر چلتی ہے جس میں خدمت خلق، قیام عدل وقسط، فکر اسلامی کا فروغ شامل ہیں۔ وحدت اسلامی اپنے نصب العین کی خاطر بالکل صاف صاف مسلمانوں کو دعوت دیتی ہے کہ ہندوستان میں نظام باطل قائم ہے مگر جماعت اسلامی ہند تھوڑا سا احتیاط کرتی ہے۔ وحدت اسلامی کے کارکن آئے روز جیلوں میں ڈالے جاتے ہیں مگر وہ لوگ اللہ کے فضل سے دین کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کون سی جماعت میرے لیے بہتر ہے؟ میں دونوں کو پسند کرتا ہوں۔ (محمد خان، بھارت)

امیر تنظیم اسلامی: اصولی بات یہ ہے کہ اللہ کے ہاں پارٹیاں دو ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ اس اصول کو سامنے رکھیں تو پوری دنیا میں جہاں بھی کوئی ہمارا مسلمان بھائی دین پر عمل کر رہا ہے، دین کی دعوت کے لیے کوشش کر رہا ہے اور دین کی اقامت کی جدوجہد کے لیے کسی درجے میں کوشش کر رہا ہے ہمارے پاس اس کے لیے خیر کے جذبات ہیں۔ انہوں نے دو جماعتوں کا ذکر کیا اور ان کے درمیان فرق کو بھی واضح کیا۔ ایسے علاقے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ وہ علمی اختلاف رکھیں کوئی حرج نہیں ہے مگر مشترکات پر ان کی ایک آواز بلند ہونی چاہیے۔ یہ اصول ہم جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں کے لیے بھی دیتے ہیں لیکن بالخصوص غیر مسلم معاشروں کے مسلمانوں کے لیے ہمارا مشورہ یہی ہے۔ پھر یہ فرمارہے ہیں کہ دونوں مجھے پسند ہیں تو کیا کروں؟ ایک تو میں ان کو مشورہ دوں گا کہ آپ استخارہ بھی کر سکتے ہیں۔ البتہ انتخاب کے لیے کچھ اصولی باتیں آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں:

1۔ جس جماعت کے پیش نظر اللہ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کرنا ہو اور وہ علی الاعلان اس کا اظہار کرے اور اس کے لیے محنت بھی کر رہی ہو۔

2۔ وہ جماعت بیعت کی بنیاد پر ہو۔ کیونکہ قرآن حکیم، سنت رسول ﷺ، سیرت النبی ﷺ، صحابہ کرام کے دور، خلافت راشدہ اور چودہ صدیوں کی تاریخ سے امت میں جماعت سازی کا طریقہ بیعت والا ہے۔

3۔ وہ جماعت اپنی دعوت اور تربیت کے امور کے لیے قرآن حکیم کو بنیادی حیثیت دے۔ سورۃ الجمعہ کی آیت 2 میں نبی اکرم ﷺ کے چار بنیادی فرائض کا ذکر آتا ہے۔ فرمایا:

﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق﴾ ''جو ان کو پڑھ کر سناتا ہے اُس کی آیات اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب وحکمت کی۔''

4۔ جو جماعت اُسوہ رسول ﷺ کے مطابق اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔''

اس کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بہت اہم خطبات (1)۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ، (2)۔ رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب'' کتابی شکل میں موجود ہیں۔

5۔ جس جماعت میں ہم جانا چاہ رہے ہیں اس کے ہر ایک فرد کو نہ ٹٹولیں اس میں بڑا وقت ضائع ہوگا اور الجھن بھی ہوگی۔ آپ صرف اس جماعت کے امیر کو قریب سے دیکھیں۔

اگر آپ کو اطمینان ہو کہ اس میں اخلاص ہے، للّٰہیت ہے، دکھاوا اور دنیاداری نہیں ہے تو اللہ کا نام لے کر اس میں شامل ہو جائیں۔ ہم یہ پانچ معیارات لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ مشورہ بھی کر سکتے ہیں، وہاں کے زمینی حقائق کیا ہیں آپ بہتر جانتے ہیں۔آپ استخارہ کر سکتے ہیں اور اس کے بعد اللہ کا نام لے کر کسی جماعت میں شامل ہو جائیں۔اگر کل بہتر مل جائے تو وہاں چلے جائیے گا۔ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج میری جماعت جوائن کر لو کل اگر بہتر مل جائے تو اس میں چلے جانا اور مجھے بھی بتا دینا۔لیکن جماعت سے کوئی محروم نہ رہے اکیلے اکیلے کوئی زندگی نہ گزارے کیونکہ جماعتی زندگی اختیار کر کے ہی ہم اپنے دینی فرائض کو واقعتاً ادا کر سکیں گے۔

سوال: ایک عالم نے کہا تھا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے عقیدے میں جنت، جہنم آخر میں ختم ہو جائے گی۔کیا یہ صحیح ہے؟ (محمد مزمل، بھارت)

امیر تنظیم اسلامی: یہ ایک حساس علمی سوال ہے۔بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ جب گفتگو کرتے تھے تو بعض مرتبہ کچھ آراء کا ذکر کرتے تھے۔کبھی کبھی اپنی رائے کا بھی ذکر کرتے تھے مگر اکثر اپنی رائے کا ذکر کرتے ہوئے اسلاف میں سے بھی کسی کی رائے کا ذکر کرتے تھے۔ قرآن حکیم میں اکثر جگہوں پر جنت اور جہنم کے لیے ابداً کے الفاظ آتے ہیں اور امت کے جمہور علماء اسی عقیدے کے قائل ہیں اور اکثر کی رائے یہی ہے کہ جنت اور جہنم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہیں۔البتہ قرآن میں دو مقامات (سورۃ التغابن اور سورۃ البینہ) ایسے ہیں جہاں جہنم کے لیے ابداً کے الفاظ نہیں آئے لیکن موازنے میں جنت کے لیے ابداً کے الفاظ آئے۔ان مقامات کے تعلق سے امت کے بعض حضرات (جن میں ابن تیمیہؒ اور ابن عربیؒ شامل ہیں) کی ایک رائے یہ ہے کہ شاید جہنم ہمیشہ کے لیے نہ ہو اور ڈاکٹر صاحبؒ نے ان حضرات کا ذکر کر کے اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے۔واللہ اعلم! اصل بات یہ ہے کہ ہم سب کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہنم سے بچ جائیں۔قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ﴾ (آل عمران: 185) ''تو جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہو گیا۔''

بعض احادیث میں یہ ذکر ملتا ہے کہ کوئی صاحب ایمان جو بہت زیادہ سرکش تھا، بہت زیادہ برائیوں میں مبتلا تھا وہ اپنی سزا بھگتے گا اور پھر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ہمارے بعض حضرات اس کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے نا بالآخر نکل ہی آئیں گے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! حالانکہ جہنم کی ہولناکی کیا ہے؟ مسلم شریف کی روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک بندے کو فرشتے کے حوالے کرے گا اور یہ بندہ وہ ہوگا جس نے دنیا میں عیش ہی عیش دیکھے ہیں۔ آرام ہی آرام دیکھا، سکون ہی سکون دیکھا۔اللہ فرمائے گا کہ اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے کر نکال لاؤ۔ یہ بندہ پیش ہوگا اور اللہ پوچھے گا کہ کیا تو نے دنیا میں کوئی آسائش اور آرام کبھی دیکھا۔وہ کہے گا اے اللہ! تیری ذات کی قسم میں نے کوئی آرام اور آسائش نہیں دیکھی۔یعنی ایک غوطہ لیا ہے تو حال یہ ہے تو جب جہنم میں کوئی پڑے گا تو عالم کیا ہوگا۔ماچس کی تیلی چند سیکنڈ کے لیے ہم برداشت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کوئی کہے کہ میں جہنم میں اپنی سزا بھگت کر آجاؤں گا۔ بہرحال جہنم کے حوالے سے یہ علمی رائے بعض اسلاف نے پیش کی ہے جمہور علماء کی رائے نہیں ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس عذاب سے کیسے چھٹکارا پایا جائے۔اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے بجائے اس کے ہمیں جنت اور جہنم کے مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے۔اصل میدان عمل کا ہے اور وہاں عمل کی بنیاد پر ہی فیصلے ہوں گے۔رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدو آتا ہے اور کہتا ہے حضور ﷺ مجھے تھوڑا سا عمل بتا دیں بس میں وہی کر سکتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال)

''تو جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن بھی کوئی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔اور جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن کوئی بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔''

اس صحابیؓ نے کہا میرے لیے یہ کافی ہے اور چلا گیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو جنتی جا رہا ہے۔یعنی اسے دو آیتیں سمجھ آگئیں اور زندگی کا لیول اس نے اختیار کر لیا۔ میں علمی مباحث کی نفی نہیں کر رہا لیکن ہمارا فوکس عمل کا میدان ہونا چاہیے۔اللہ کرے کہ ہماری توجہ زیادہ اس پر جائے۔

سوال: قبر یا قبور والی مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (شوکت الرحمن، لاہور)

امیر تنظیم اسلامی: یہ حساس اور فقہی نوعیت کے مسائل ہیں۔اس حوالے سے ہمارے علماء کے فتاویٰ معروف ہیں اور تحریکی زندگی میں اس نوعیت کے مسائل بھی سامنے آتے ہیں۔ ہمارے اکثر علماء جب اس مسئلے کا جواب دیتے ہیں تو پہلے ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جہاں پچھلی اُمتوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا تھا تو اللہ کے نبی ﷺ نے اُن پر لعنت فرمائی اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے منع بھی فرمایا۔دوسری بات ہے کہ قبرستان میں مردوں کو دفن کرنا ہی مقصود ہے اور زندوں کے لیے یہ ہے کہ وہ گاہے بگاہے جا کر عبرت حاصل کریں۔دعا تو زمین پر کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ بہرحال ایک خاص قبرستان ہے تو اس کے اندر مسجد بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔بعض آبادیاں ایسی ہوتی ہیں کہ قبرستان ان آبادیوں کے درمیان میں آگئے اور ان آبادیوں کے لیے لوگوں کے لیے مساجد کی ضرورت ہے تو عین ممکن ہے کہ قبرستان کے ساتھ کہیں مسجد بنا دی گئی ہو تو اس طرح کے معاملات بھی کچھ علاقوں میں پیش آتے ہیں تو پھر ان سوالات کے جوابات دینا پڑتے ہیں۔بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جہاں کوئی نماز ادا کر رہا ہے تو بالکل سامنے قبریں ہیں تو اس بارے میں سارے ہی علماء منع فرماتے ہیں۔سب نے متفق الیہ یہ بات بیان کی ہے کہ کوئی دیوار یا پردہ حائل ہو گا، قبر آپ کے سامنے کھلی نہ ہو تو وہاں نماز جائز ہے۔اگر ایسی مسجد ہے جو قبرستان سے بالکل ہٹ کر ہے اور اس کی دیواریں ہیں تو اس میں قطعاً کوئی مسئلہ نہیں ہے۔آپ نے خاص مسجد نبوی ﷺ کا ذکر فرمایا۔ہم جانتے ہیں حضور ﷺ کا قیام بھی وہیں رہا۔حضور کی تدفین بھی وہیں ہوئی۔ یہ ایک خصوصی معاملہ بھی ہے۔ بہرحال اماں عائشہ ؓ کی اجازت سے صدیق اکبر اور سیدنا عمر ؓ کی قبریں مبارک وہاں پر ہیں۔ایک قبر کی جگہ وہاں پر خالی بھی ہے۔مساجد کے اندر قبور کے معاملے میں تمام علماء فرماتے ہیں کہ قطعاً اس کی گنجائش نہیں ہے۔بعض جگہ پر کہیں دائیں کونے پر یا بائیں کونے پر ہیں۔مسجد کی باؤنڈری کے اندر نہیں اور وہ نماز ادا کرنے والوں کے سامنے کھلی ہوئی نہیں ہیں۔تو وہاں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔واللہ اعلم

سوال: اگر ذہن میں ہو کہ ہم نماز اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں اور سامنے قبر موجود ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: فتاویٰ میں اس کو مکروہ لکھا ہے۔اگر ایسا ارادہ بھی نہیں پھر بھی اس کو مکروہ لکھا ہوا ہے۔ یعنی پسندیدہ نہیں ہے۔اس سے بالکل اجتناب کرنا چاہیے۔ درمیان میں کوئی دیوار یا رکاوٹ ہے، قبر کھلی نہیں تو اس میں گنجائش ہے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

پاکستان کو مشکلات سے نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنی زراعت کو ترقی دے کر اپنی ایکسپورٹ بڑھائیں اور پھر انڈسٹریل ترقی کی طرف آئیں: ایوب بیگ مرزا

ڈیفالٹ کی صورت میں جتنا ایک عام ملک کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، پاکستان کو اس سے کئی گنا نقصان اُٹھانا پڑ سکتا ہے کیونکہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی اور اسٹریٹجک اہمیت کا حامل ایٹمی ملک ہے: رضاء الحق

کرپشن: پاکستان کی معاشی زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان کی معاشی بدحالی میں کرپشن کا کتنا عمل دخل ہے، پاکستان کرپشن کے حوالے سے بہتری کی بجائے ابتری کی طرف گامزن ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

رضاء الحق: پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو قیام پاکستان کے بعد قائداعظم کا مختصر دورِ حکومت ہے۔ ان کے بعد یہاں طاقت کا مرکز اور محور بیوروکریسی بن بیٹھی اور سول بیوروکریسی بڑے بھائی کی طرح اور اسٹیبلشمنٹ یعنی عسکری بیوروکریسی چھوٹے بھائی کی طرح کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد آرمی چیف کو وزیر دفاع بنا دیا گیا۔ اس کے بعد جب پہلا مارشل لاء لگا تو اس وقت پھر یہ رول ریورس ہو گئے یعنی عسکری بیوروکریسی بڑے بھائی کے طور پر سامنے آئی اور سول بیوروکریسی چھوٹے بھائی کے طور پر کام کرتی رہی۔ قیام پاکستان سے قبل یہاں کچھ تو وہ تھے جن کو انگریز کے دور سے جاگیریں ملی ہوئی تھیں اور قیام پاکستان کے بعد جب یہاں مہاجرین آئے تو اس دوران بعض لوگوں نے زمینیں، فیکٹریاں اور الاٹمنٹس ہتھیا کر ملک کو شروع سے ہی غلط راستے کی طرف گامزن کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی معاشی بدحالی کی بہت بڑی وجہ سودی معیشت ہے لیکن بہت سے دوسرے ممالک نے اس کے باوجود ترقی کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری معاشی بدحالی کی بنیادی وجہ سودی معیشت تو ہے لیکن اس کے ساتھ دوسری وجوہات بھی ہوں گی۔ چاہے وہ ہمارے قومی مزاج میں کرپشن کا شامل ہو جانا ہو یا چاہے وہ اخلاقی انحطاط ہو۔ وہاں سے بات چلتے چلتے یہاں تک پہنچی کہ تمام سیاستدان، الاماشاءاللہ، کرپشن میں بری طرح ملوث ہیں۔ ان کے خلاف کیس بھی بنے لیکن کوئی بھی کیس منطقی انجام تک نہیں پہنچا جس کی وجہ سے لوٹی ہوئی دولت واپس نہ مل سکی۔ پھر ہمارے عدالتی نظام کی ناکامی بھی کرپشن کی حوصلہ افزائی کی وجہ بنی۔ ہم نے اس کرپشن کو روکنے کے لیے نیب بنایا لیکن اس نے بھی خاطر خواہ کارکردگی نہیں دکھائی۔ ٹرانس پیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ دیکھیں تو 180 ممالک میں سے بھارت 85ویں نمبر پر ہے جبکہ پاکستان 140ویں نمبر پر ہے۔ ہمیں ایک ٹیم بھیجنی چاہیے تاکہ وہ جا کر معلوم کر سکے کہ ہم سے نیچے جو 40 ممالک ہیں ان میں کون سی ایسی کرپشن ہوتی ہے جو یہاں پر نہیں ہوتی۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

حقائق ہمارے سامنے ہیں۔ 136 بلین ڈالر کا قرضہ ہے، اگر اس کا آڈٹ کروائیں تو پاکستان میں کہیں لگا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ ترقی کے لحاظ سے پاکستان 1960ء میں جہاں کھڑا تھا آج اس سے بھی نیچے ہے تو وہ سارا قرضہ کہاں گیا؟ اس معاشی بدحالی کی وجوہات میں اقربا پروری اور موروثی سیاست بھی شامل ہے۔ ان ساری باتوں کو جمع کریں تو نتیجہ نکالنا بڑا آسان ہو جاتا ہے کہ ہمارا قومی مزاج بن گیا ہے کہ جس کے پاس جتنا اختیار ہے وہ اتنی ہی کرپشن کرتا ہے۔ پھر جب کرپشن پر کسی کو سزا نہیں ملتی تو گویا سب کو اس کی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ یہاں پلی بارگینز اس طرح لوگوں میں بانٹی گئیں جس طرح لوگوں میں ریوڑیاں بانٹی جاتی ہیں۔ یعنی ہر جگہ چور دروازے ہیں۔ جب نیچے سے لے کر اوپر تک اور عام آدمی سے لے کر حکومتی ایوانوں اور قانون ساز مراکز تک کرپشن عام ہو جائے اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے تو پھر اس ملک کا کیا حال ہوگا؟ جب ایک ملک اسلام کے نام پر قائم ہوا لیکن جب خوفِ خدا ہی نہ رہے تو پھر یہی ہوتا ہے جیسا کہ لوٹ کھسوٹ اس ملک میں ہو رہی ہے۔

سوال: پاکستان کی معاشی حالت کبھی مثالی اور قابل فخر نہیں رہی۔ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان تاریخ کے نازک ترین موڑ پر ہے۔ پتا نہیں یہ کون سا موڑ ہے جو 75 سال سے مڑنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ لیکن جس معاشی بدحالی کا پاکستان اس وقت شکار ہے اس طرح کبھی نہیں رہا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی معاشی حالت 60 کی دہائی میں مثالی اور قابل فخر تھی۔ آج کے ترقی پذیر ممالک جن میں چین، سنگاپور، ساؤتھ کوریا وغیرہ شامل ہیں وہ بھی اس وقت ہمارے پانچ سالہ منصوبوں کی نقل کرتے تھے۔ خاص طور پر چین جسے آج ہمیں سر اٹھا کر دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ کہاں پہنچ گیا ہے کبھی وہ ہمیں سر اٹھا کر دیکھتا تھا۔ اس وقت پاکستان کا ایک روپیہ انڈیا کے دو سے ڈھائی روپے کے برابر تھا۔ یعنی قابل فخر نہ سہی لیکن پاکستان کی معاشی حالت بہت اچھی تھی۔ کرپشن سب سے پہلے قیام پاکستان کے وقت الاٹمنٹس میں ہوئی، اس کے بعد سول بیوروکریسی نے کرپشن کو رواج دیا۔ لیکن وہ کرپشن اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ملک کو لے ڈوبتی۔ اس زمانے میں بسوں کے روٹ بڑے مہنگے ملتے تھے یا راشن ڈپو کا لائسنس مہنگا ہوتا تھا۔ ان چیزوں میں اگر کرپشن ہوتی تھی تو وہ اتنی بڑی کرپشن نہیں تھی۔ اس طرح کی چھوٹی بددیانتیاں ہر ملک میں ہوتی ہیں اور وہ ملک کے لیے اتنی خطرناک نہیں ہوتیں کہ ملک تباہی کے دہانے پر جا پہنچے۔ اصل میں ہوا یہ ہے کہ جس طرح مغلیہ سلطنت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو عروج پر اکبر بادشاہ نے پہنچایا مگر اکبر ہی اس کے زوال کا سبب بھی بنا۔ اسی طرح ایوب خان نے پاکستان کو ترقی دی، ملک میں صنعتی ترقی ہوئی، خاص طور پر مشرقی پاکستان میں بڑی انڈسٹری لگی۔ یعنی ایوب خان کے اس دور کو یقیناً کاروباری لحاظ سے، اقتصادی لحاظ سے سنہرا دور کہا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف ایوب خان

ہی پاکستان کے اقتصادی زوال کا باعث بنا۔ ایوب خان کے خلاف کرپشن کی کوئی ایسی شکایتیں نہیں تھیں۔ لیکن جونہی اس نے اپنے بیٹے گوہر ایوب کو فوج سے نکال کر اپنے سسرال کے ساتھ انڈسٹری کے شعبہ میں داخل کیا تو پھر کرپشن کا وہ سلسلہ شروع ہوا جس نے ملک کو بڑا نقصان پہنچانا شروع کیا۔ لیکن پھر بھی ہم 1985ء تک اتنے کرپٹ نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد جمہوریت میں دو خاندان آئے ہیں۔ ایک زرداری خاندان اور دوسرا شریف خاندان۔ اس کے بعد جو کرپشن شروع ہوئی اس نے ملک کا بیڑا غرق کر دیا اور ملک کو اس انجام تک پہنچانے میں ان دو خاندانوں کا ہاتھ ہے۔ میں پاکستان میں کرپشن کی تاریخ کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ 1960ء سے پہلے کی کرپشن کو bad کہا جا سکتا ہے۔ البتہ worse پوزیشن وہ ہوئی ہے جب گوہر ایوب نے کرپشن شروع کی کیونکہ اس کے بعد دوسرے بھی باز نہیں آئے۔ پھر وزراء بھی ساتھ لگ گئے۔ جب دو خاندانوں کا وقت آیا تو پھر کرپشن کی لوٹ سیل لگ گئی اور معاملہ wrost ہو گیا۔ بے نظیر کے بارے میں کہا جاتا ہے اسے کرپشن میں ہچکچاہٹ تھی، وہ کرپشن نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن بتانے والے بتاتے ہیں کہ زرداری نے اس کو ایک نکتہ سمجھایا کہ جب تک تم شریف فیملی کا دولت میں مقابلہ نہیں کرتی اس وقت تک تم سیاست میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکو گی۔ کہتے ہیں کہ بے نظیر کو یہ نکتہ سمجھ آ گیا۔ چنانچہ پھر وہ کرپشن شروع ہوئی جو اب تک جاری ہے جس نے پاکستان کو تباہ و برباد کیا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان کی سکیورٹی بھی معاشی بدحالی کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ ٹھیک ہے سود اپنی جگہ ایک خرابی ہے، اس نے سرمایہ دار کو مزید مضبوط کیا، غریب اور متوسط طبقہ کو مزید کمزور کیا۔ لیکن سود تو بھارت، امریکہ، جاپان میں بھی ہے لیکن وہاں سود نے اتنی تباہی نہیں مچائی جتنی تباہی ہمارے ہاں آئی۔ کیونکہ ہم نے سود کے ساتھ ساتھ کرپشن میں بھی انتہا کر دی۔

سوال: آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن پر حکومت وقت سخت فیصلے لے رہی ہے اور عوام سے بھی قربانی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ حکومت واقعی سخت فیصلے لیتی اور آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں سے قرضوں سے چھٹکارا حاصل کر لیتی، پھر عوام سے بھی قربانی کا مطالبہ کرتے تو عوام بھی ذہنی طور پر تیار ہوتے اور انہیں بھی پتا چلتا کہ واقعتاً ہماری حکومت قربانی دے رہی ہے اور ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آئی ایم ایف سے ڈکٹیشن اور قرضے لیے بغیر پاکستان کا سروائیول ممکن نہیں ہے؟

رضاء الحق: اس کی دو جہتیں ہیں۔ ایک IMF کی شرائط کی بات ہے۔ پچھلے دور حکومت میں جب آئی ایم ایف نے شرائط رکھیں تو ان میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ سٹیٹ بنک کو خود مختار کیا جائے اور سب جانتے ہیں یہ پاکستان کے لیے حد درجہ نقصان دہ عمل تھا اور اب یہ ثابت بھی ہو چکا ہے۔ اسی طرح 1988ء کے بعد جب بھی پاکستان آئی ایم ایف کے پاس گیا ہے تو اس نے ایسی شرائط رکھی ہیں جن سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ وہ عام طور پر یہ شرط نہیں لگاتے کہ آپ پٹرول یا بجلی کی قیمت بڑھائیں البتہ بین السطور اس کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ آپ سبسڈیاں ختم کریں اور اپنے ٹیکس کی شرح بڑھائیں، کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ کم کریں وغیرہ۔ taxation کی بات کی جائے تو پاکستان میں زیادہ تر indirect ٹیکس ہیں جس کی وجہ سے اشیاء کے ریٹ بڑھیں گے اور مہنگائی ہوگی۔ جیسے اب پٹرول کی قیمت میں 30 سے 40 روپے اضافے ہوا ہے۔ جیسے جیسے کوئی ملک قرض تلے دبتا چلا جاتا ہے تو IMF کی شرائط بھی سخت ہوتی جاتی ہیں۔ جس طرح سری لنکا میں ہوا۔ وہ ڈیفالٹ کر چکا ہے۔ اس نے آئی ایم ایف سے بیل آؤٹ پیکج لیا تو IMF نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ 2030ء تک اپنے دفاعی، عسکری اخراجات، افواج اور ہتھیاروں کی تعداد 50 فیصد تک کم کرو۔ ظاہر ہے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق قرضے میں جکڑی ہوئی قوم کو مجبوراً ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جن سے اس کی سالمیت اور بقاء خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح IMF اب پاکستان پر بھی سخت شرائط عائد کر رہا ہے۔ اس جکڑ بندی سے نکلنے کا حل موجود ہے مگر وہ آسان نہیں ہے۔ بہت سارے ایسے ممالک ہیں جنہوں نے اپنے خسارے کے بوجھ کو کم کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جن میں لاطینی امریکہ کے ممالک شامل ہیں۔ ان میں ایک طریقہ Sovereign ڈیفالٹ کا ہوتا ہے۔ لیکن دنیا کے عام ممالک اگر ڈیفالٹ کر بھی جائیں تو ان پر اتنی پابندیاں شاید نہ لگتی ہوں جتنی پاکستان پر ڈیفالٹ کی صورت میں لگ سکتی ہیں کیونکہ پاکستان ایک اسٹریٹیجک اہمیت والا ملک ہے، اس کا ایک اسلامی نظریاتی پس منظر ہے اور پھر ایٹمی طاقت بھی ہے۔ لہٰذا اس پر بہت سخت پابندیاں لگ سکتی ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے قرضے جو کہ اشرافیہ نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کر لیے، ملک پر خرچ نہیں ہوئے وہ واپس کرنا اس ملک پر واجب الادا نہیں ہوتے۔ یہ معاملہ کئی ممالک نے عالمی سطح پر اٹھا دیا ہے۔ تیسرا حل سودی نظام کا خاتمہ ہے۔ یہاں وفاقی شرعی عدالت کا سود کے خلاف فیصلہ موجود ہے۔ پارلیمنٹ میں قانون سازی کی جائے اور بین الاقوامی اداروں بالخصوص آئی ایم ایف سے بات کی جائے کہ ہماری وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ہم اب سودی لین میں مزید انوالو نہیں ہوں گے، پارلیمنٹ بھی اسی طرز پر بل پاس کرے جس کو ہم دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کیونکہ ماضی میں اسی طرح امریکن پارلیمنٹ نے بل پاس کیا تھا کہ پریسلر ایمنڈمنٹ کے تحت پاکستان کو F-16 نہیں دیے جائیں گے۔ پھر امریکہ نے وہ طیارے نہیں دیے تھے حالانکہ انہوں نے پیسے لے لیے تھے۔ اسی طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اوپر قرض واجب الادا ہے مگر ہماری عدالت اور پارلیمنٹ کا فیصلہ ہے لہٰذا ہم سود نہیں دیں گے البتہ اصل رقم واپس کریں گے۔ لیکن اس طرح کے بڑے فیصلوں کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی Will ہو اور پھر تمام ادارے، سیاستدان، عسکری قیادت، عدلیہ، بیوروکریسی اور عوام وغیرہ سب ایک پیج پر ہوں۔

سوال: ازروئے حدیث رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں لیکن ہمارے ہاں رشوت لینے والے کو ظالم تصور کیا جاتا ہے اور دینے والے کو مظلوم کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو یہ مظلوم ہے وہ کسی کو رشوت دے کر بہت فائدہ لے لیتا ہے۔ اس حوالے سے دینی تعلیمات کیا ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: عام فہم بات یہ ہے کہ اس میں مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک آفیسر یا سرکاری اہلکار کسی شریف آدمی کا جینا حرام کر دیتا ہے، اس کے بال بچوں کو فاقوں میں مبتلا کر دیتا ہے تو مرتا کیا نہ کرے گا۔ اسی طرح آپ کا ایک جائز کام رکا ہوا ہے، محکمہ یا سرکاری اہلکار رشوت کے بغیر وہ کام نہیں کر رہے جس کی وجہ سے آپ کا نقصان ہو رہا ہے تو بعض علماء اجازت دیتے ہیں کہ آپ اپنے جائز کام کے لیے محکمے کا مطالبہ پورا کریں۔ لیکن یہ صرف اس صورت میں ہے کہ کام انتہائی جائز ہو اور آپ کی زندگی مصیبت میں پڑ گئی ہو۔ اس لحاظ سے اس کو مجبور کہا جائے گا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دیانتدار آفیسر دوسروں کی ترغیب کی وجہ سے کرپٹ ہو جاتا ہے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ یہ کیس ٹو کیس دیکھنے والی چیز ہے۔ آپ اس کا کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ لوگوں کے لیے جان اور جسم کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ ایک بندے نے کیا کچھ کیا اور اس کے کیا کچھ نتائج نکلے۔ ایک دوسرے نے کیا نہ کیا اور اس کے کیا نتائج

نکلیں گے اس کا فیصلہ تو اللہ کے حوالے ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جانتا ہے ۔ جہاں تک IMF سے چھٹکارا حاصل کرنے کا تعلق ہے تو ہم بڑے جذباتی انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم سود نہیں دیں گے ۔ یہ اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ یہ باقاعدہ ایک نظام ہے ۔ اگر آپ اس نظام کے تحت چلے ہیں تو اب آپ کا نکلنا اتنا آسان نہیں ہوگا ۔ البتہ اس کے لیے بڑی منصوبہ بندی اور ہوم ورک کی ضرورت ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ پاکستان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا اصل اکانومک پوٹینشل کیا ہے ۔ کئی ممالک کی اکانومی تیل کی پیداوار کی وجہ سے چل رہی ہے ، کئی ممالک نے سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کر لی ہے ۔ اسی طرح پاکستان ایک زرعی ملک ہے ، یہ اپنی زرعی پیداوار بڑھا کر ترقی کر سکتا ہے ۔ اسی طرح ہمیں انڈسٹریل ترقی کرنی چاہیے تھی مگر زراعت کو بنیاد بنا کر Stand لینا چاہیے تھا ۔ جب ہم زراعت کی بنیاد پر اپنی معیشت کو بہتر کر لیتے تو پھر انڈسٹریل ترقی بھی کرتے ۔ لیکن ہم نے زراعت کو الوداع کہہ دیا ۔ کسانوں نے زمینیں بیچنا شروع کر دی ۔ وہ زمینیں جو گندم چینی پیدا کرتی تھی ہم نے وہاں ہاؤسنگ سوسائٹیاں بنانی شروع کر دیں ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب سقوط ڈھاکہ کے بعد اقتصادی حالات بہت برے ہو گئے تھے تو بھٹو نے پاکستان کے تمام انڈسٹریلز کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ تم اس ملک کی اکانومی کو کھڑا کرنے کے لیے میری مدد کرو ۔ مجھے آج تک اس کا جملہ یاد ہے کہ ”اگر تم میری مدد نہیں کرو گے تو "I will fall back on agriculture" لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس پر بھٹو نے عمل نہیں کیا ۔ اسی طرح عمران خان نے کیٹل فارمنگ ، مرغی پالنے اور زراعت میں ترقی کا اعلان کیا تھا مگر وہ بھی صرف اعلان ہی رہا ۔ پاکستان کا تقریباً 40 فیصد رقبہ قابل کاشت ہے ۔ اگر اس پر کام کیا جائے تو پاکستان اتنی چیزیں ایکسپورٹ کر سکتا ہے کہ کچھ اور ایکسپورٹ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی ۔ اسرائیل کا قابل کاشت رقبہ صرف 2 فیصد ہے مگر وہ اسی سے اپنی پیداوار حاصل کر رہا ہے اور بعض چیزیں وہ ایکسپورٹ بھی کر رہا ہے ۔ ہمیں ابھی بھی واپس زراعت کی طرف چلا جانا چاہیے ۔ اس کے بعد اس انڈسٹری کی طرف آئیں جو زراعت کو فروغ دیتی ہے ۔ جب ہم زراعت کی وجہ سے کھڑے ہونے کے قابل ہو جائیں گے ۔ تو پھر ہم آئی ایم ایف کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیں گے ۔

سوال: جب اخراجات بڑھ جائیں گے تو کیا معاشرتی برائیاں مزید نہیں بڑھ جائیں گی؟

رضاء الحق: ہماری معاشی بدحالی کی وجوہات میں کرپشن ، سودی معیشت اور رشوت جیسے عناصر شامل ہیں ۔ رشوت کے بارے میں جامع ترمذی کی حدیث ہے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں ۔ ایک دوسری حدیث مسند احمد کی ہے جس میں رشوت کو سود کے دروازوں میں سے ایک بڑا دروازہ کہا گیا ہے ۔ یعنی ایک کلچر بن جاتا ہے کہ اضافے کے طور پر کچھ دے کر کام کرواؤ اور پھر یہ کلچر ہر سطح پر عملی طور پر رائج ہو جاتا ہے ۔ پھر اسی سود اور رشوت کی وجہ سے سودی قرضے بھی زیادہ لینے پڑتے ہیں ۔ لوگوں نے اپنا لائف سٹائل بڑھا لیا تو پھر اس کے مطابق خرچے بھی ہوں گے ۔ پھر نئے ٹیکس بھی لگانے پڑیں گے ۔ ہمارے ہاں زیادہ تر ڈائریکٹ ٹیکس نہیں لگتے ۔ یعنی جاگیروں اور زمینداروں پر ٹیکس نہیں لگتے ۔ سٹاک مارکیٹ اگرچہ حرام ہے کیونکہ یہ سٹہ اور جوا کی بنیاد پر چل رہا ہوتا ہے لیکن اس کی آمدنی پر کیپٹل ٹیکس نسبت وتناسب کے مطابق ہے ۔ یہاں زیادہ ٹیکس ان ڈائریکٹ ہوتے ہیں جن کا بوجھ براہ راست غریب اور عام آدمی پر پڑتا ہے ۔ اگر اس طرح کے ظلم پر مبنی نظام کو لے کر ہم چلیں گے اور عام آدمی کے بوجھ میں اضافے پر اضافہ کرتے چلے جائیں گے تو اس کا نتیجہ آخر میں جا کر فساد فی الارض کی صورت میں نکلے گا ۔ قائداعظم نے سٹیٹ بنک کی پشاور برانچ کے افتتاح کے موقع پر فرمایا تھا کہ مغرب کے معاشی نظام نے دنیا کو لاینحل مسائل سے دوچار کر دیا ہے لہٰذا ہمیں اسلامک اکانومی کے اصولوں کے مطابق اپنی اکانومی کو ڈھالنا ہوگا ۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس ضمن میں سٹیٹ بینک کی کوششوں کو میں خود دیکھوں گا ۔ لیکن بدقسمتی سے قائداعظم کے فرمان پر عمل نہیں ہوا جس کی وجہ سے یہ سب خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں ۔ اب بھی حل یہ ہے کہ ہم ان سب خرابیوں کو دور کر کے اپنی اصل کی طرف لوٹیں ۔ اسلام کا معاشی نظام لے کر آئیں ۔ سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آ چکا ہے اس پر عمل درآمد ہوگا تو ملک وعوام کے لیے بہتری آئے گی ۔ اسلام میں زکوٰۃ وعشر کا نظام دیا گیا ہے جس کے ذریعے جو آپ اکٹھا کریں گے وہ رفاہ عامہ کے لیے استعمال کریں گے تو کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں رہے گا جس کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں اور ہماری اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں ۔

سوال: پاکستان کی 75 سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے ہاں آنے والی نئی حکومت کرپشن کے خاتمے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن وہی حکومت جب جاتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ یہ حکومت تو کرپشن کے نئے نئے انداز اور طریقوں میں ملوث تھی ۔ سابقہ اور موجودہ حکومتیں ایک دوسرے پر کرپشن کے الزامات لگا رہی ہیں ۔ اس طرز عمل پر آپ غیر جانبدارانہ تبصرہ فرمائیے؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ماضی کے فیصلے اثر انداز ہوتے ہیں اور ان فیصلوں کے اثرات کئی سالوں تک رہتے ہیں ۔ ایک حکومت نے غلط قرضے لیے تو اس کے نتائج اگلی حکومت بھگتتی ہے ۔ لیکن ہم یہاں ایک بات دیکھتے ہیں کہ موجودہ حکومت جب آئی ایم ایف کے سامنے پیش ہوئی تھی تو اس نے سابقہ حکومت کی بڑی تعریفیں کی تھیں کہ دیکھیں جی ہماری پچھلی حکومت نے جی ڈی پی 6 فیصد کیا ، اس سے پچھلے سال 5 فیصد کیا ، ہمارے پاس اس وقت تقریباً 18 ارب ڈالر کے ذخائر ہیں ، پچھلے سال 30 ارب ڈالر تک ہماری ایکسپورٹ چلی گئی تھی اور پچھلے سال ہمارے پاس 31 ارب ڈالرز کی ریمیٹنس آئی ہیں ، ایف بی آر میں پچھلے سال ہماری حکومت نے اتنی ریکوری کی وغیرہ ۔ وہاں ان چیزوں پر باقاعدہ دستخط کیے ہیں کہ یہ بڑی اچھی صورت حال ہے ۔ ایسا کیوں کیا؟ ان کا خیال تھا کہ یہ سن کر ہمیں قرضہ مل جائے گا ۔ لیکن موجودہ حکومت کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اکانومی کو بہتر بنانے کے لیے اصلاحات نہیں کیں بلکہ اس کی بجائے ساری توجہ انتقامی کارروائیوں پر مرکوز رکھی ۔ پھر ان کی کابینہ میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم بچت سکیم لا رہے ہیں ۔ اس وقت 85 وزیر ہیں ، کچھ اور اضافہ ہوا تو پوری پارلیمنٹ ہی وزیروں پر مشتمل ہوگی ۔ موجودہ ایک وزیر نے ٹھیک کہا ہے کہ ہم تو پھنس گئے ہیں یا ہمیں تو پھنسا دیا گیا ہے ۔ اصل میں جو لوگ اپنے فائدے کے لیے حکومت لے لیتے ہیں ان کو اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ جو لوگ پاکستان سے محبت کرتے ہیں وہ آج کل رات کو سو نہیں رہے کیونکہ صورتحال جس طرف جا رہی ہے وہاں فساد ہی فساد نظر آتا ہے اور خدانخواستہ لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے ۔ اگر پٹرول مزید مہنگا ہو گیا تو انڈسٹری بھی ختم ہو جائے گی ، ٹرانسپورٹیشن کا معاملہ بھی ختم ہو جائے گا ۔ ان حالات سے نکلنے کے لیے بہت بڑے انقلابی قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے جس کا سرے سے کوئی امکان نظر نہیں آتا ۔ اس وقت حال یہ ہے کہ میرے سامنے پاکستان ڈوب رہا ہے اور مجھ میں سکت نہیں ہے کہ میں اس کو بچا سکوں ۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے ۔

بتانِ وہم وگماں......لا الٰہ الا اللہ

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہم پاکستان پر اُمڈے چلے آتے بحرانوں، مہنگائی کے تھپیڑوں کے نوحے پڑھ رہے تھے کہ ترکیہ، شام کے زلزلے نے لرزا کر رکھ دیا۔ ہر ہر نعمت گراں قدر لگی۔ ہم گرم کمروں میں بیٹھے، وہاں چہار جانب برف میں زلزلے کی آزمائش سے دوچار مسلمانوں کی حالتِ زار دل دہلاتی رہی، اس پر یہ لاچاری مستزاد کہ کماحقہ مدد کے اسباب نہ آسان ہیں نہ فراواں۔ اگرچہ ترکیہ، شام کا ذکر اکٹھا آتا رہا، اس ضمن میں مگر فطری طور پر توجہات کا مرکز عالمی طور پر ترکیہ رہا۔ زیادہ بھاری نقصان اٹھانے، نیٹو کا رکن ہونے اور مسلم عالمی سیاست میں متحرک ہونے کی بنا پر۔ رہا شام تو وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ غاصب، ظالم بشار الاسد کی حکومت والے علاقے۔ حافظ الاسد اور بشار 7 فی صد اقلیت سے تعلق رکھتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ ہوا کہ 93 فی صد مسلم آبادی کو جبر واستبداد کے پنجے میں جکڑ کر خون نچوڑنے کی تاریخ کے حامل ہیں۔ حکومت کے خلاف 2011ء سے اٹھنے والی تحریک میں آدھی آبادی شام چھوڑنے پر مجبور کر دی گئی۔ 5 لاکھ مارے گئے۔

میزائیلوں، بیرل بموں، کیمیائی حملوں سے بچتے بچاتے یہ مسلم مظلوم آبادی اب ترک سرحد سے قریب شمال مغربی شام میں محصور ہے۔ بے رحم جبر واستداد کی ماری اس آبادی پر پے در پے بشار حکومت، امریکا، روس اور بشار کے تفرقہ انگیز جتھوں نے ظلم کا کون سا پہاڑ نہ توڑا، مگر عزم واستقلال کی ناقابلِ شکست روح لیے ایمانی بشارتوں کی منتظر یہ آبادی جمی، ڈٹی رہی۔ اس کرۂ ارض پر کفر گزشتہ دو دہائیوں سے بیک زبان ان کے خاتمے پر متفق ومتحد رہا ہے۔ احادیث کی پیش گوئیوں کی بنا پر دجالی فتنوں کی صیہونی تیاری والا گروہ اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے۔ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے! مسلمان حکمران قصداً تجاہلِ عارفانہ برتتے ہیں۔ سو اس وقت زلزلے میں برابر کی آزمائش میں مبتلا اس خطے کو جو پہلے ہی میزائل حملوں سے اجڑا ہوا تھا، فوری مدد اور زیادہ توجہ کی ضرورت تھی۔ یہاں سفید ہیلمٹس نامی رضا کار تنظیم خالی ہاتھوں سے بلڈنگوں کے ملبے سے آبادی کے بچ رہنے والے افراد کو نکالنے کا کام صرف اپنے آہنی عزم کے ساتھ کرتی رہی۔

یہاں 45 لاکھ آبادی (4.5 ملین) محدود ترین وسائل میں گری دبی مدد کی منتظر ہے۔ یو این کا اعتراف ان کے سب سے بڑے مدد پر مامور افسر مارٹن گرفتھ نے کیا کہ ہم ان علاقوں میں مدد پہنچانے میں ناکام رہے ہیں۔ یہ بجا طور پر ٹھکرائے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ عالمی مدد ان کے لیے نہیں ہے! (افغانستان کی مانند!) ادلب میں یو این کا جھنڈا مذمت اور مایوسی کے اظہار کے لیے زلزلے سے تباہ شدہ عمارت پر الٹا لٹکایا گیا ہے بطور احتجاج۔ عالمی ادارۂ صحت کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے بھی اعتراف کیا کہ بارڈر کے دونوں اطراف میں بہت فرق ہے۔ دنیا کے 70 ممالک ترکیہ امداد بھیج رہے ہیں۔ شام میں پاکستان، متحدہ عرب امارات، الجزائر، عراق، ایران سبھی کی مدد کا رخ شامی مسلمانوں کی قاتل حکومت، بشار الاسد کی جانب ہے۔ حتیٰ کہ زلزلے کے بعد بھی اسدی فوج نے ان مظلوموں پر حملہ کیا۔ غزہ ہی کی طرح یہ محصور مسلم شامی علاقہ ایک جیل کی مانند ہے، جس کا چھوٹا سا واحد راستہ ترکی کی طرف کھلتا ہے۔ مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں بھی متوقع زلزلے کی افواہیں چلتی رہیں۔ ہم اسلام اور اس کی تعلیمات سے آنکھیں موندے سیکولر رویوں کے حامل ہو چکے۔ زلزلے کی پیش گوئی سائنسی آلات کے بس کی چیز نہیں۔ اس کے لیے محکمہ موسمیات، جغرافیہ، ارضیاتی علوم کی نہیں آسمانی علوم کی ضرورت زیادہ ہے! زلزلے پر ٹیکٹانک پلیٹوں کے ہلنے جلنے کی کہانیاں چلائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ اللہ نے ارض وسماء کو قواعد وضوابط پر بنایا اور پابند کیا ہے، تاہم کمان تو بنانے والے خالق کے ہاتھ میں ہے۔ پلیٹوں کو نہ امریکا الٹ پلٹ کر سکتا ہے نہ کوئی اور سائنسی شعبدہ باز! بلند وبالا عمارات کا پلک جھپکتے میں زمین بوس ہو جانا سورۃ الکہف میں صعیداً جرزاً کی چشم دید عبرت انگیز تشریح ہے۔ آدم علیہ السلام تا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہانی واضح ہے۔ یہ سروسامان دنیا سامانِ امتحان ہے۔ زیب وزینت، یہ بساطِ عیش اس کی دلفریبیاں امتحان کے سوا کچھ نہیں۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند، بتانِ وہم وگماں لا الٰہ الا اللہ! 'ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور وہ پلک جھپکتے علم میں آ جاتا ہے!' (القمر: 50) ایک منٹ پندرہ سیکنڈ میں فلک بوس عمارات زمین بوس، ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ یہ عبرت کے سوا بھی کچھ ہے! بلاتفریق قریب ترین مشرق وسطیٰ کے شیوخ کو پھول سے بچوں کے آنسو پونچھنے اور حق اخوت ادا کرنا تھا، مگر یہاں بھی سیاست ایمان پر سبقت لے گئی اور احادیث کی خاطر ہر بلا اپنی جانوں پر لینے والے بے یار ومددگار چھوڑ دیے گئے۔

انسان جب سائنس کی خدائی کے نشے میں اُڑا اپھر رہا تھا، اللہ نے پے در پے اپنی قدرت کی کارفرمائی کے ذریعے اس کے قدموں تلے کی زمین کھینچ لی۔ 2004ء میں انڈونیشیا سے اٹھنے والا سونامی 9.3 درجے کا زلزلہ لیے بحرِ ہند کو پوری قوت کے ساتھ لیے گردوپیش کے سبھی ممالک پر چڑھ دوڑا۔ بھارت، ملائیشیا سے لے کر تھائی لینڈ تک، آسٹریلیا، آسٹریا، فرانس تک اثرات گئے۔ 14 ممالک میں 227,898 افراد کا قاتل تھا۔ یہ سونامی تاریخ کے ہلاکت خیز ترین آسمانی آفات میں سے ایک۔ اس کے آگے ساری سائنسی ترقی منہ تکتی رہ گئی۔ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ سمندری لہریں بلا بن کر چڑھ دوڑیں۔

اس کے بعد مسلسل برستے موسمی تھپیڑوں (بشمول شمالی امریکا، چین، جاپان، یورپ) کے علاوہ کورونا، کووڈ-19 نے 2023ء تک دنیا بھر میں 6,782,639 انسانوں کو شکار کیا۔ شکاری وائرس کا سائز دیکھیے، (اگرچہ دیکھنا مشکل کتنا ہے اس بے اوقات بلا کا!) اور ساری شاندار طبی ترقی کا غلغلہ ملاحظہ ہو۔ اس نے پوری دنیا پر جو سناٹا طاری کیا، معیشت تباہ کی، قبرستان اور اجتماعی قبریں آباد کیں، وہ چشم کشا ہیں، اور اب لمحہ بھر میں مشرق تا مغرب کئی ملکوں تک زلزلے کی دھمک پہنچی اور ترکیہ، شام کے لیے شدید نقصان کا باعث بنا۔ ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی، ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی! اسی دیدۂ دل نے افغانستان میں عالمی طاقتوں کی شکست فاش دیکھی۔ اور اب پاکستان کی تقدیر کے سارے فیصلے تنہا من مانی سے کر گزرنے والے پرویز مشرف کی عبرت ناک موت بھی انسان کی بے بسی اور بے وقعتی کا عبرت نامہ ہے۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے! ساری سیمٹی بے حساب

دولت! ما اغنی عنہ مالہ و ما کسب...... اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کسی کام نہ آیا۔ (اللھب:2) پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین۔۔۔۔۔۔ (الدخان:29)

قرآن پوری انسانی تاریخ کے سارے ہولناک اور ذی شان نمونے سبھی سامنے لا رکھتی ہے، مگر یہ ہماری کتابِ زندگی، نصابی کتاب امتحان زندگی کی، حکمت لازوال اور دانائی کا سرچشمہ ہمارے تعلیمی نصابوں کا حصہ نہیں! ذہنی غلامی نے ہمیں جاہل، اجڈ اَن پڑھ بنا دیا۔ ایریل شیرون کو فلسطینیوں کی بددعا لگی، جب وہ بیماری میں جکڑا گیا اور ایک مظلوم فلسطینی نے کہا کہ اب نہ یہ جیئے گا نہ مرے گا۔ اور وہ واقعی تمام تر دنیا کی بہترین طبی سہولیات کے باوجود نہ زندوں میں تھا نہ مردوں میں۔ صابرہ شتیلا فلسطینی کیمپوں میں قتل عام کا ذمہ دار۔ 8 سال تک بیروت کا قصاب نیم مردہ حالت میں رہ کر 2014ء میں مرگیا۔ اسرائیل اپنے ہیرو کو ایک منٹ کی خاموشی کے سوا کچھ نہ دے سکا۔ مشرف کی موت بھی بے شمار تنازعوں کے پس منظر میں بلوچستان، قبائل، لاپتگان کی ہزاروں اذیت دہ داستانیں، کتاب میں برملا اقرار، گوانتامومیں 5 ہزار ڈالر کے عوض مسلمان امریکا کے ہاتھ بیچنے کا۔ کشمیر پس پشت ڈال کر بھارت مودی کو کشمیریوں پر کھلی چھٹی دینے کی ذمہ داری۔ ملک کی نظریاتی جہت، بانیان کی امنگوں آرزوؤں کے عین برخلاف ناچنے گانے پینے پلانے کی کھلی چھٹی بلاؤں سے بھر دینے کی۔ کہاں تک سنو گے...... غرض قومی سطح پر، اُمت کی سطح پر اسلامیت سے غداری کی طویل چارج شیٹ ہے، مظلوموں کی آہوں نے اس کے ایک ایک خلیئے (Cell) میں ناقابل برداشت اذیت بھر دی۔ (واحد ہمراہی اس کا کتا تھا!) پاکستان آج تک اس کے کئے کا ہرجانہ دے رہا ہے۔

یہ واضح رہے کہ معاشرے کے اہم افراد (جو مناصب کی پہچان بھی رکھتے ہوں، ان کی شناخت واضح کرنا، وہ جو علی الاعلان فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں، اس کا تذکرہ غیبت میں شمار نہیں ہوتا۔) مقصود ہجو نہیں۔ ردِ فسق اور ذمہ دارانہ حیثیت میں مطلوب کردار کی آگہی دینا ہے۔ دنیا انسان کو صرف 2 گز زمین ہی دیتی ہے، اور خالق و مالک، ارض و سماء کی وسعتوں پر محیط لامنتہا نعمتوں بھری لامنتہا زندگی کا وعدہ کرتا ہے! انتخاب آج کرنا ہے کل نہیں! اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز...... جو موت کی ایک ہچکی کے سوا کچھ نہیں!

❁❁❁

توہین رسالت کا مقدمہ ''ایک داستان ہوش ربا''

نعیم اختر عدنان

محکمہ ماہی پروری کے لاہور آفس میں متعین اسسٹنٹ ڈائریکٹر انور کنتھ جو کہ مذہبا ایک کرسچین ہے۔ اور اس وقت گوالمنڈی لاہور کے علاقے میں رہائش پذیر تھا۔ طویل عرصے سے اس کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے عیسائی مذہب اور عقیدہ کی حقانیت اور صداقت پر اپنے دلائل تحریر کرنے کے بعد خاتم النبیین ﷺ کی نبوت اور رسالت کو، آپ ﷺ کی ذات کی تنقیص کرنا اور گستاخانہ زبان استعمال کر کے اہل اسلام کو مناظرے کا چیلنج دیتا تھا۔ مزید یہ کہ مذکورہ شخص قرآن مجید کی بھی توہین کا ارتکاب کرتا اور مسلمانوں کے سچے دین کو بھی اور خود امت مسلمہ کو بھی جھوٹا قرار دیتا۔ مذکورہ شخص نے کئی سال سے اپنا یہ مشغلہ اور معمول بنایا ہوا تھا۔ وہ یہ تمام مواد بذریعہ ڈاک اور انفرادی رابطے کے ذریعے پہنچاتا۔ اس نے اپنا تحریری مواد اندرون ملک اور بیرونی دنیا میں مسلم راہنماؤں کو مخاطب کر کے خود سے مناظرہ کرنے کی بتکرار دعوت دی اور یہ بھی لکھا کہ طویل عرصے سے کوئی مسلمان اس کی باتوں کا جواب نہیں دے رہا۔ لہٰذا مسلمان، ان کا نبی اور ان کی کتاب یعنی قرآن سب جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) اسی طرح کے مضمون کا حامل مواد تنظیم اسلامی شاہدرہ کے بزرگ رفیق ظفر محمود (مرحوم) کے نام بھی بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ یوں راقم تحریر تک اس مواد کی رسائی ممکن ہوئی۔ اور باہمی مشورہ سے فیصلہ ہوا کہ مذکورہ شخص کے خلاف توہین رسالت کے قانون کے تحت قانونی طریق کار اپنایا جائے۔ اس مقصد کے لیے جناب حاجی ظفر محمود رفیق تنظیم اسلامی، نعیم اختر عدنان، مولانا محمد اسلم عثمانی خطیب مسجد شاہدرہ عیدگاہ اور جناب مولانا شبیر احمد عثمانی خطیب جامع مسجد قاسمیہ شاہدرہ لاہور کے ہمراہ تھانہ گوالمنڈی لاہور قانونی کارروائی کے لیے پہنچے۔ متعلقہ تھانہ کے انچارج نے توہین رسالت، توہین قرآن اور توہین اسلام پر مشتمل مواد کا جائزہ لینے کے بعد ملزم کے خلاف مقدمہ کا اندراج کیا اور ملزم کی گرفتاری عمل میں لا کر دیگر قانونی تقاضے بشمول چالان مجاز عدالت میں پیش کر دیا۔ اندراج مقدمہ اور ملزم کی گرفتاری 15 جون 2001ء میں عمل میں آئی۔ جولائی 2002ء میں سیشن عدالت نے مذکورہ شخص انور کنتھ کو توہین رسالت کے جرم کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اسے سزائے موت کی سزا سنائی۔ بعدازاں لاہور ہائی کورٹ نے 30 جون 2014ء کو مذکورہ سزا کو یعنی سزائے موت کو بحال رکھنے کا حکم جاری کیا۔ بعدازاں سزائے موت کے مجرم نے جیل سے قید کے دوران سپریم کورٹ میں ایک درخواست دائر کی جسے عدالت عظمیٰ نے 2017ء میں کریمنل اپیل میں تبدیل کر کے سزائے موت کے مجرم کی اپیل سماعت کے لیے منظور کر لی۔ عدالت عظمیٰ میں پہلی سماعت کے لیے تاریخ مقرر ہوئی اور سماعت کے لیے بینچ کا تقرر عمل میں آیا مگر سماعت سے ایک روز قبل سماعت ملتوی ہونے کا حکم نامہ موصول ہوگیا۔

یوں ایک سال کا عرصے گزر گیا تو دوبارہ کیس کی سماعت کی تاریخ طے ہوئی، بینچ کا تقرر عمل میں آیا اور راقم اپنے مجاہد صفت وکلاء غلام مصطفٰے چودھری اور دیگر کے ہمراہ کورٹ روم نمبر ایک میں حاضر ہوگیا۔ عدالتی عملے سے معلوم ہوا کہ نامعلوم وجوہات کی بنا پر کیس کو (Delist) کر دیا گیا ہے، یعنی سماعت سے کچھ وقت قبل بغیر سماعت کیس کو ملتوی کر دیا گیا۔ تیسری مرتبہ کیس سماعت کے لیے 25 فروری 2022ء کو مقرر ہوا۔ گویا پہلی مرتبہ 2017ء کی دائر اپیل فروری 2022ء کو سماعت کی نوبت آئی۔ اس بینچ کی سربراہی جسٹس سردار طارق مسعود نے کی جبکہ بینچ کے دیگر ارکان میں جسٹس قاضی محمد امین احمد شامل تھے۔ اس سماعت کے دوران ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے عدالت کو بتایا کہ مقدمہ بہت سادہ ہے۔ ملزم اقبال جرم کر چکا ہے۔ عدالت کے فاضل رکن نے سماعت کے دوران ریمارکس دیئے کہ اس مقدمہ کو تفصیل سے سنیں گے۔ اور اس حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی رائے لی جائے گی۔ یوں یہ سماعت غیر معینہ عرصہ کے لیے حسب معمول ملتوی ہوگئی اور بینچ قصہ ماضی ہوگیا۔ اب نیا بنچ بنا اور کیس کی حالیہ اور اب تک کی آخری سماعت 24 جنوری 2023ء کو ہوئی۔ تین فاضل جج

صاحبان جسٹس سید مظاہر علی اکبر نقوی۔ جسٹس جمال خان مندوخیل اور جسٹس اطہر من اللہ پر مشتمل بینچ نمبر 6 سیریل مقدمہ نمبر 2 صبح 9 بجے سماعت کے لیے مقرر ہوا۔ مقررہ وقت سے کچھ دیر قبل کمرہ عدالت سے کیس کی سماعت کے وقت کی تبدیلی کا علم ہوا کہ اب سماعت 9 بجے سے 11:30 بجے ہوگی۔

مقررہ وقت پر بنچ کے فاضل ارکان نے کیس کی سماعت کا آغاز کیا۔ اس سماعت کے لیے رجسٹرار آفس سپریم کورٹ کی جانب سے پانچ سے زائد وکلاء کو باقاعدہ نامزد کیا گیا تھا۔ سماعت کے دوران جناب ارشد علی چودھری ایڈووکیٹ اور محترمہ عائشہ تسنیم ایڈووکیٹ اور دیگر وکلاء نے اپیل کنندہ کے دفاع سے انکار کر دیا۔ اس پر فاضل عدالت نے سماعت ملتوی کرتے ہوئے پاکستان بار کونسل کو ہدایت کی کہ قانونی امداد کی کمیٹی کے ذریعے اپیل کنندہ کو وکلاء کے ذریعے قانونی امداد فراہم کی جائے۔ امید ہے کہ آئندہ سماعت جلد ہی ہوگی۔

پاکستان میں رائج الوقت نظام جرم وسزا کی یہ مختصر کہانی قارئین کی نذر کی جارہی ہے کہ 2001ء میں مقدمہ قائم ہوا۔ ٹرائل کورٹ نے 2002ء میں مجرم کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ ہائی کورٹ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھتے ہوئے 2014ء میں حکم صادر کیا۔ عدالت عظمیٰ میں 2017ء کی دائر کردہ اپیل مختلف مراحل کے بعد 2023ء کا سال دیکھ رہی ہے کہ گویا سپریم کورٹ کی اپیل کا سفر ابھی تک محض سات سالوں تک محیط ہے۔ وگرنہ تو یہ اندراج 2001ء سے اپیل کی سماعت تک کا سفر 2023ء کو بھی بائیس سالوں تک محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نظام انصاف کو اس طرح قائم ودائم رکھے اور اسے مزید ترقی واستحکام عطا فرمائے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ اسلام آباد جنوبی کے رفیق مظہر الحق کے بیٹے کی سرجری ہے۔

☆ اسلام آباد جنوبی کے ملتزم رفیق آصف صدیقی گزشتہ کئی دنوں سے علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی غربی کے نقیب اسرہ عبدالغفار وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0300-3717608

☆ حلقہ سرگودھا، شرقی تنظیم کے مبتدی رفیق محمد طارق کے والد وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0307-5469316

☆ حلقہ ملتان، اسرہ ڈی جی خان کے نقیب منصور احمد لغاری کی چچی وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0333-8586681

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق نبیل الرحمن کے ماموں وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0300-2066589

☆ حلقہ ملتان، ممتاز آباد کے مقامی امیر سید راشد عباس کی پھوپھی وفات پاگئیں۔

برائے تعزیت: 0300-6372561

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ملتزم رفیق محترم ضیاء الدین کی صاحبزادی اور مقامی امیر سرجانی ٹاؤن محترم فرخ وحید کی بھانجی وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت: 0321-9252573

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیہونٹ نزد نیلور، اسلام آباد'' میں

05 تا 11 مارچ 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:- ☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

اور

10 تا 12 مارچ 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613 / 051-4866055 / 051-2751014

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

Vol: 32 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.08

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore